آواز نامہ

رکھنا اور اس کو متنبہ کرنا اس سورت کا خاصہ ہے۔

(ب) سلیمان علیہ السلام کی نبوت و حکومت' جلالتِ شان اور دولت کے ذکر میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے نوازا تھا جس کا تصوّر بھی اس دور کے لوگوں کے لئے ممکن نہیں۔ بایں ہمہ وہ آخرت کی جوابدہی سے ہر وقت خوف زدہ رہتے تھے اور اپنے رب کے حضور سربسجود ہو کر اس کی حمد و ثنا اور شکر ادا کرتے تھے۔ ان کے نفس میں دنیا کی آلائشوں اور اس میں انہماک کا شائبہ تک نہ تھا۔

(ج) اس سورۃ میں ملکۂ سبا کا ذکر بھی ہے جو عرب کی دولت مند قوم کی حکمران تھی۔ عقیدے کے اعتبار سے وہ مشرک تھی۔ اس کے لئے اپنے آبائی نظریات و عقائد کو ترک کر کے اپنی سرداری اور حکمرانی کو باقی رکھنا بھی ممکن نہ تھا مگر جب حقائق سامنے آ گئے تو اس سچّائی کو قبول کرنے کی راہ میں کوئی چیز بھی رکاوٹ نہ بن سکی اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ شرک کے باوجود ملکۂ سبا کو آخرت کی جوابدہی کا احساس تھا۔

سورۃ کا اختتام توحید اور عقیدۂ آخرت کے تذکرے پر ہے اور اس کے ساتھ یہ وضاحت موجود ہے کہ اس پیغام حق کا قبول کرنا تمہارے لئے فائدہ مند ہے اور نہ ماننا تمہارے ہی نقصان اور خسارے کا سبب ہو گا۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں اعمالِ صالح' صلوٰۃ و زکوٰۃ' اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ کی تلقین کے ساتھ برائی کے فروغ' فسادِ فی الارض اور اغلام ایسے قبیح افعال کی مذمّت بھی موجود ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ○
هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ○

"یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیات ہیں جو ہدایت ہے اور مومنین کے لئے خوشخبری ہے۔"

(النمل:1-2)

سورۃ کے آغاز میں کتاب اللہ کی عظمت اور مُتّقین کے لئے اس کے مفید ہونے کا ذکر ہے اور اس کے بعد مُتّقین کے اوصاف و کمالات کا ذکر ہے جس سے مُتّقی کی پہچان آسان ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ان لوگوں کا ذکر ہے جو کتابُ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ ان کا انجام دردناک عذاب ہے۔

قِصّۂ موسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے منصبِ رسالت پر فائز کئے جانے' معجزات اور فرعون کے دربار میں پیغام حق پہچانے کا ذکر ہے جس کی تفصیلات دوسرے مقامات پر بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صرف یہ بتایا گیا کہ اس سرکش قوم کا انجام تمہارے لئے باعثِ عبرت ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا شُکر ادا کرنا

اس کے بعد سیّدنا داؤد علیہ السلام اور سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو دی گئی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔ جس پر سلیمان علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا کئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی۔" (النمل:15)

قانونِ الٰہی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو نعمتوں میں برکت عطا کرتا ہے۔ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کو مختلف جانوروں کی گفتگو سمجھنے کا ملکہ عطا کیا گیا۔ جس کے باعث آپ مختلف جانوروں کا باہمی کلام سمجھ لیتے تھے۔ اسی سلسلے میں آپ کے ایک سفر کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک چیونٹی کا کلام سنا جو یوں اپنی قوم کو کہہ رہی تھی:

Marfat.com

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

"اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور انہیں اس کی خبر تک نہ ہو۔" (النمل:18)

عاجزی وانکسار

آپ نے یہ سنا تو فرطِ جذبات سے اللہ کے حضور سربسجود ہو گئے اور عرض کی:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○

"اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کیں اور اس بات کی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے اعمال کروں جو تیری رضا کا باعث ہوں اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر دے۔" (النمل:19)

اس دُعا میں نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ عجز و انکسار کا بڑا ہی دلنشین انداز اختیار کیا گیا ہے کہ اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ایسے اعمال کروں جو تیری رضا کا باعث ہوں کیونکہ انسان اگر از خود چاہے بھی تو نیک اعمال کی ادائیگی میں شیطانی طاقتیں حائل ہو کر اس کو راہِ حق سے بھکانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس موقع پر اگر توفیقِ الٰہی شامل حال ہو تو انسان راہِ ہدایت پر قائم رہ سکتا ہے وگرنہ بھک جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ نیز یہ دُعا ہے کہ مجھے اپنے نیکو کار بندوں میں داخل کر لے۔ غور کیجئے! کہ اللہ کا ایک جلیلُ القدر نبی یہ دُعا کر رہا ہے!!

ایک عبرت انگیز واقعہ

اس موقع پر ایک مشہور واقعہ دہرانا مزید فائدے کا باعث ہو گا۔ اولیائے کرامؒ کے حالات میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ محبوبِ سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتُ اللہ علیہ عبادت میں مشغول تھے کہ غیب سے آواز آئی:

"اے عبدالقادر! ہم نے تیری اس عبادت اور عجز و نیاز سے خوش ہو کر تیری مغفرت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب تجھے نماز معاف کر دی گئی۔" حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے جب یہ سنا تو فوراً **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھا اور فرمایا کہ اے ابلیس! میرے نانا خاتمُ المعصومین علیہ التحیّۃ والتسلیم کو مقامِ محمود کی بشارت دے کر نماز تو قطعاً معاف نہ کی گئی اور میری اس میدان میں کیا حیثیت ہے؟ غیب سے پھر آواز آئی کہ اے عبدالقادر! تو اپنے علم کی طاقت سے بچ گیا ہے۔ وگرنہ اس طرح میں نے بہت سے عابدوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس پر انہوں نے پھر **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھا اور فرمایا کہ لعنتی! دور ہو جا تو مجھے اب علم کے زعم میں مبتلا کر کے بھکانا چاہتا ہے۔ میں علم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدولت تجھ سے بچ سکا

Marfat.com

ہوں۔ یہ جواب سن کر ابلیس افسوس کرتا ہوا چلا گیا۔

اب ہم غور کریں کہ ہم محبوبِ سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتُہ اللہ علیہ کی عظمت کے معترف تو ہیں مگر اپنی نیکی و پارسائی پر اس قدر نازاں و خود فراموش ہیں کہ ہمیں فرائض اور واجبات کا خیال تک نہیں آتا۔ اور پھر نام نہاد علماء کا معاملہ تو اور بھی دگرگوں ہے کہ وہ علم کے زعم میں اس قدر مگن ہوتے ہیں کہ اور کسی کو خاطر ہی میں نہیں لاتے۔ علماء کی پوری قدر دانی اور حدیث شریف میں ان کی عظمت کے ذکر کے باوصف ایسے لوگ قابلِ رحم ہیں جو دین کا واجبی سا علم حاصل کر کے علماء کے گروہ میں تو شامل ہو جاتے ہیں مگر ان کی نیک نامی کی بجائے ان کی رسوائی کا سامان زیادہ مہیا کرتے ہیں اور اُمّت میں فساد ایسے ہی لوگوں کے باعث ہے۔

تو ذکر تھا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے علم اور دیگر نعمتوں کا شکریہ بھی ادا کیا اور آپ کا سر عجز و نیاز سے اور جھک گیا۔

سیّدنا سلیمان علیہ السلام اور ہُدہُد کا قصہ

دورانِ سفر میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں سے ہُدہُد غائب پایا گیا۔ انہیں اس پر شدید غُصّہ آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ واپسی پر اگر اس نے غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اس کو ذبح کر دوں گا۔ جب ہُدہُد واپس پہنچا تو اس نے ایک ملک کی ملکہ کے حالات اور اس کی قوم کے عقائد و نظریات کی بابت ذکر کیا۔ اس ملکہ کا نام بلقیس تھا' ان کی قوم سورج کی پرستش کرتی تھی۔ حضرت سلیمان نے اُن کو خط لکھا اور دین کی دعوت دی۔

قرآنِ حکیم اس واقعہ کی یوں حکایت کرتا ہے:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ○ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○
قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ○
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ○
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ○ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ○
فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۖ فَمَآ اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ○

Marfat.com

اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ
اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ○
قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ○
قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ
وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○
قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ
طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ
ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ
رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○

"ملکہ بولی: اے اہلِ دربار! میری طرف ایک خط بھیجا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔ خط سُنا کر ملکہ نے کہا: اے سردارانِ قوم! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔ میں کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرتی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم طاقتور اور لڑنے والے لوگ ہیں' آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حُکم دینا ہے۔ ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اس کے عزّت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں اور پھر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔ جب ملکہ کا سفیر سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچا تو اُس نے کہا کہ کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے' وہ اس سے زیادہ ہے جو تمہیں دیا ہے۔ تمہارا ہدیہ تم ہی کو مبارک ہو۔ (اے سفیر!) واپس جا۔ ہم ان پر اپنے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں ایسی ذِلّت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے اہلِ دربار! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں۔ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے عرض کیا: میں اسے حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں' میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ (یعنی آپ اُٹھ کر بیٹھیں اتنی دیر میں اس کا تخت یہاں پہنچ جائے گا۔) میں امانت دار ہوں۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا' وہ بولا: آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے میں اُسے لائے دیتا ہوں۔ جوں ہی سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنے پاس رکھے

Marfat.com

ہوئے دیکھا' وہ پکار اٹھا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کافرِ نعمت بن جاتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے' اس کا شکر اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے۔ اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز ہے۔" (النمل:29-40)

اب اس طویل قصّے میں دو تین باتیں غور طلب ہیں۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے دین کی دعوت دی تو ملکہ ہچکچائی لیکن جب وہ آئی تو اس نے اسلام قبول کیا اور جب اپنا ہی تخت سلیمان علیہ السلام کے ہاں پڑا ہوا دیکھا تو حیران رہ گئی اور ایمان لے آئی۔

مومن اور کافر میں فرق

اس میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اتنی نعمتیں دیکھیں تو فرمایا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ کہ یہ میرے رب کا فضل اور انعام ہے۔ میری اپنی ذات کا کوئی کرشمہ نہیں ہے۔ مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ ایک تلنگا آدمی جو کہ فقیر تھا' اس کے پاس پیسہ وغیرہ کچھ نہ تھا' سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے باعث دولت مل گئی تو کہنے لگا کہ یہ میرا ذاتی علم اور کمال ہے جس کی بدولت یہ سب کچھ ملا ہے۔ کافر کو جب چیز ملتی ہے' وہ اس کو اپنا ذاتی استحقاق سمجھتا اور اپنی صلاحیت کا نتیجہ سمجھتا ہے اور جب مومن کو وہی چیز ملتی ہے تو اس کو فضلِ ربّی قرار دیتا اور کہتا ہے کہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل ہے اور یہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھے اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دیکھا جا سکے کہ میں خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں یا نہیں۔

یہاں ایک شخص کا ذکر آیا۔ جس کی صفت یہ ہے کہ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اب پتا نہیں چلتا کہ یہ جنّات میں سے تھا یا انسانوں میں سے۔ لیکن اس کو اللہ کی طرف سے الکِتاب یعنی آسمانی کتاب کا خاص علم عطا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خاص کرامات بھی عطا کیں۔ اس سے زیادہ قرآنِ مجید میں وضاحت نہیں ہے۔ نیز ایک اور اہم بات جو ہم اس قصّے میں پڑھتے ہیں' وہ یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کو دین کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئی تو آپ نے اس کا احترام کیا۔ قرآنِ مجید میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کا صرف اتنا ہی ذکر ہے۔

سلیمان علیہ السلام اور یہودی یاوہ گوئی

جیوش Jewish انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ کو چھوڑا نہیں' (نعوذُ باللہ) ان سے گناہ کیا اور ان سے ناجائز بچّے پیدا ہوئے۔ انہی میں سے بختِ نصر بھی ہے یعنی اس ناجائز بچے کا بھی ذکر کیا۔ اسی نے آگے چل کر بیتُ المقدس کو لوٹا اور تورات کی ساری کتابیں اکٹھی کر کے آگ لگا دی۔ اس کا حکم تھا کہ اگر کسی گھر میں تورات کا ایک بھی صفحہ مل گیا تو گھر جلا دیا جائے گا۔

یہ تاریخی واقعہ ہے جس کی بابت یہودیوں نے یہ ثابت کیا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کو نبی بھی مانتے ہیں اور ان

Marfat.com

کا ملکہ سبا کے ساتھ ناجائز تعلق بھی بتاتے ہیں۔ مزید یہ روایات ملتی ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں اور داؤد علیہ السلام کی 300 بیویاں تھیں۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ معلومات کہاں سے لی گئی ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کی بابت کوئی ذکر نہیں ہے۔ جہاں بھی سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا ذکر ہے وہاں کس خوبصورتی' عزّت و وقار کے ساتھ دونوں شخصیتوں کا نام لیا گیا ہے اور ذرا یہودی لٹریچر(Jewish Literature) پڑھ کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ انہوں نے نبیوں کا ذکر کس تحقیر آمیز انداز سے کیا ہے۔ ایسا ہی ایک الزام انہوں نے داؤد علیہ السلام پر بھی لگایا جس کی تفصیل آگے سورۃِ ص میں آئے گی اور دیگر بہت سے انبیاء پر بھی انہوں نے الزام تراشی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام برائیاں انہوں نے خود کرنی ہوتی ہیں' اس لئے انبیاء کو بھی اس لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

قصّۂ لوط علیہ السلام

اہلِ مکّہ کو تنبیہہ کے لئے' قومِ لوط کی بدکرداری اور لوط علیہ السلام پر کی گئی زیادتی کا ذکر ہے کہ اس قوم کے صرف نو فسادی آدمیوں نے کس طرح اپنی بدعملی کے باعث پوری قوم کو عذاب کی بھٹّی میں دھکیلا کہ ان کے گھروں کو اُلٹا دیا گیا اور وہ خطہ آج تک عبرت و موعظت کی تصویر بنا ہوا اہلِ جہاں کو یہ بتاتا ہے کہ نبی کی مخالفت کا انجام کیا ہوا کرتا ہے۔ اس واقعے کی تفصیلات اس سے قبل مختلف مقامات پر بیان ہو چکی ہیں۔

توحید پر دلائل

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے لئے کائنات کے آفاقی نظام کو بطور دلیل بیان کیا اور فرمایا کہ غور کرو تاکہ حق شناسی کی نعمت کے حق دار بن سکو۔

ارشادِ ربانی ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۗءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا

بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعے سے وہ خوشنما باغ اگائے جن کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ان کاموں میں شامل ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیئے۔ کیا اللہ کے سوا اور کوئی خدا بھی ان کاموں میں شامل ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ ناداں ہیں۔ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب اسے پکارے اور کون ہے وہ جو اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی یہ کام کرنے والا ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے؟ کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کی خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی یہ کام کرتا ہے؟ بہت بالا و برتر ہے وہ اللہ' اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اور وہ کون ہے جو مخلوق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خدا بھی ان کاموں میں حصہ دار ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔" (النمل:60-64)

ان آیات میں ہمیں اس دنیا میں مشاہدے پر اکسایا گیا ہے کہ دیکھو یہ پانی' یہ پودے' یہ درخت' یہ باغ' یہ پہاڑ کس طرح پیدا ہو رہے ہیں اور پھر ان ساری قوتوں میں ایک ربط' (Co-ordination) ضبط اور تنظیم ہے۔ کیا یہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ یعنی قرآنِ مجید پہلی آسمانی کتاب ہے جس کا مزاج سائنسی ہے جو مشاہدے پر اکساتا ہے۔ اس کو ہم استقراء (Induction) کہتے ہیں اور یہی اس کا مزاج ہے کہ استخراج (Deduction) کی بجائے اس میں استقراء ہے۔ ایک ایک چیز کا مشاہدہ کروا کے ان میں رابطہ پیدا کرنا اور کلیہ تلاش کروانا۔ اس لئے زمین' آسمان اور مختلف چیزوں کا ذکر کر کے آخر میں یوں کہا کہ "کون ہے کہ جب کوئی مضطرب و پریشان حال آدمی اس کو پکارتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے' اس کی سنتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔"

تین اہم وظائف

ایک واقعہ ملاحظہ کریں' میں سعودی عرب جامعہ کنگ فیصل یونیورسٹی میں تھا وہاں ایک استاد حدیث پڑھاتے

Marfat.com

تھے ان کا نام شیخ جابر حیاری تھا۔ وہ حدیث کے استاد تھے جن کو حافظ الاسد نے سزائے موت سنادی اور وہ جیل میں بند کر دیئے گئے تھے۔ وہاں سے وہ جیل توڑ کر بھاگ نکلے اور یہاں استاد متعین ہوئے۔ ایک دفعہ ہم اکٹھے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ دمہ کی وجہ سے ان کا سانس پھول گیا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جابر! تم جیل توڑ کر کس طرح بھاگے؟ تمہارا تو یہ حال ہے کہ تم سیڑھیاں بھی آرام سے نہیں چڑھ سکتے ہو۔ وہ کہنے لگے آرام سے بیٹھ جاؤ' میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ حدیث کے استاد اور بہت لائق آدمی تھے۔ میں نے بھی اپنے بچوں کو ان کے حوالے کر رکھا تھا کہ ان سے حدیث پڑھیں۔ انہوں نے کہا کہ سجدے میں میں 3 دعائیں مانگا کرتا تھا اور روتا تھا اس لئے کہ میں حافظ الاسد کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کا رتبہ دے لیکن اس وقت میں کم عمر تھا اور ابھی کچھ عرصہ دین کا کام کرنا چاہتا تھا۔ میں روتا اور یہ دعا مانگتا تھا:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

"اے وہ ذات جو بے قرار شخص کی دعا کو جب وہ اسے پکارتا ہے' سنتا ہے' اسے قبول کرتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے۔"

انہوں نے مزید کہا کہ میں سجدے میں دعا کرتا تھا "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم" یعنی رو رو کر اللہ کے اس اسمِ اعظم کا ورد کرتا۔ آیت کریمہ کثرت سے پڑھتا تھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۚ

کیونکہ یونس علیہ السلام بھی تو مچھلی کے پیٹ میں پھنس گئے تھے۔ ان کی جیل تو تنگ تھی نہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ انہوں نے یہ دعا پڑھی تو اللہ نے فضل کیا اور رہائی مل گئی اور اس طرح اللہ نے مجھے رہائی دلائی۔

؎ جس دل میں تیری یاد ہے تو صدرِ نشیں ہے
وہ دل بھی حسیں اس کی محبت بھی حسیں ہے

مسئلۂ علم غیب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

"اے نبی! ان سے کہہ دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں سوائے اللہ کے اور کوئی غیب کا علم نہیں جانتا ہے۔ (تم جن کے بارے میں سمجھتے ہو کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں) ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (ان کا انجام کیا ہو گا)"

Marfat.com

معلوم ہوا کہ علمِ غیب اللہ کی خاص صفت ہے اور اس صفت میں کسی اور کو شریک کرنا شرک ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس کائنات کا آغاز بھی ہم نے کیا اور انجام بھی ہم ہی کریں گے کیونکہ اہلِ مکہ نے یہ کہا تھا:

آخرت پہ دلائل

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَىِٕنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ○
لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○

"جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ یہ وعدہ ہم سے اور ہمارے آباء واجداد سے پہلے سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہ تو صرف لوگوں کی (من گھڑت) کہانیاں ہیں۔" (النمل:67-68)

ان کے جواب میں پھر دعوتِ فکر ہے کہ

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

"زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ گناہگاروں کا انجام کیسا ہوا؟" (النمل:69)

اور پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلّی کے الفاظ بیان فرمائے۔

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ یعنی آپ ان کے اس حال پر غم نہ کریں کیونکہ آپ پیغامِ حق پہنچا رہے ہیں۔ آپ سے قبل بنی اسرائیل کو بھی اختلاف اور انتشار سے روکا گیا مگر وہ نہ مانے۔ پہلے کی طرح اب بھی اللہ تعالیٰ حق و باطل کو الگ الگ کر کے دکھا دے گا۔

اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۙ○

"بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا اور وہ زبردست اور علم والا ہے۔"
(النمل:78)

اس کے بعد حشر کے ایک منظر کا ذکر فرمایا کہ ہم ہر مجرم طبقے کو الگ الگ جماعتوں میں بانٹ دیں گے اور پھر ان سے باز پرس کی جائے گی۔

اہلِ بصیرت کے لئے زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کر کے فرمایا کہ جب صُور پھونکا جائے گا تو پھر سبھی عاجز ہو کر اس کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ اس موقع پر نیک اعمال کی جزا دس گنا اور اس سے بھی زیادہ بڑھا کر دی جائے گی اور بدکار لوگ اوندھے منہ دوزخ میں گرا دیئے جائیں گے۔

عظمتِ کعبہ

اس کے بعد کی آیات میں ایک عالمگیر اور مسلّمہ حقیقت کو ذکر کیا جس کو اہلِ مکہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ یعنی

Marfat.com

بیتُ اللہ اور حرمِ کعبہ کی عظمت کا ذکر ہے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۙ○
وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ○
وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○

"بے شک مجھ کو ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم بنایا اور سب چیزیں اس کی ہیں اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار ہوں اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں۔ تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے! اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہ دیجئے کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں اور کہ دیجئے کہ اللہ کا شکر ہے۔ وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لوگے اور جو کام تم کرتے ہو، تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں۔" (النمل: 91-93)

Marfat.com

القصص

نام

سورۃ میں ایک مقام پر لفظ "القصص" کے ذکر کی مناسبت سے یہ اس کا علامتی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

شعبِ ابی طالب کے محاصرے کا دور اس سورۃ کا زمانۂ نزول بیان کیا گیا ہے۔

مضامین

اس سورۃ میں اہلِ مکہ کے چند شبہات و اعتراضات کا ازالہ کیا گیا ہے اور بطور تمثیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جس میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ دور کی مماثلت اور دیگر اعتراضات کا از خود جواب ہو جاتا ہے۔

مثلاً:

(الف) آغاز میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے قصے کا ذکر کیا اور آپؑ کی تربیت کے دور کی جانب اشارہ کر کے یہ فرمایا کہ قادرِ مطلق کے ہاں جب کسی بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے تو حالات لاکھ ناموافق اور نامساعد ہوں' وہ کام ہو کر رہتا ہے۔ مثلاً اس دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اللہ رب العزت نے خاص حفاظت فرمائی اور وہ زندہ بچ گئے جب بنی اسرائیل کے ہر نذکر نومولود کو ولادت کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اس دشمن کے گھر میں کرانا جو موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل ہی موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے لرزاں و ترساں تھا۔ جیسے یہ سب کچھ ہو کر رہا' اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا فیصلہ اللہ کے ہاں اٹل تھا۔ اس وقت کے نامساعد حالات اس میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

(ب) جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کا وقت آیا تو اس وقت کسی بڑے جشن کا اہتمام نہیں کیا گیا بلکہ مسافرت کی زندگی میں جب آگ کی ضرورت پڑی اور آپ آگ کی تلاش میں پہاڑ پر پہنچے تو وہیں نبوت سے سرفراز کر دیئے گئے۔

(ج) جب اللہ تعالیٰ کسی فرد سے کام لینے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے پاس قوت و طاقت اور لاؤ لشکر ایسے اسباب کا موجود ہونا اس کے لئے ضروری نہیں رہتا اور اسباب و وسائل کی کمیابی اس کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ بطور شاہد ذکر کیا گیا ہے۔

(د) اہلِ مکہ کا مطالبہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات (عصا اور یدِ بیضا) کیوں نہیں دکھاتے؟

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ معجزات دیکھے تھے' وہ لوگ بھی تو موسیٰ علیہ السلام پر

ایمان نہ لائے تھے۔ کیا ضروری ہے کہ تم اس قسم کے معجزات دیکھ کر ایمان لے آؤ؟

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان معجزات کو جادو قرار دیا اور اسی لئے ساری قوم غرقاب ہو گئی۔ اب تم لوگ معجزات مانگ کر اپنی بربادی کو خود دعوت کیوں دے رہے ہو؟ کیوں کہ جب کوئی قوم معجزات کا مطالبہ کرے اور پھر معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو ان کی ہلاکت و بربادی یقینی ہو جاتی ہے۔

(ہ) کفارِ مکہ کو عیسائیوں کے تذکرے سے شرم دلائی کہ وہ باہر سے آکر مکہ میں ایمان قبول کر کے رحمتِ الٰہی کے مستحق بن رہے ہیں اور تم اپنے گھر میں موجود رحمت کو بھی نہ سمیٹ سکے حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی سراپا رحمت ہے۔

(و) اس سورت میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے کہ ہزاروں برس قبل رونما ہونے والا واقعہ من و عن سنا رہے ہیں۔ جبکہ اہلِ مکہ اور خود یہودی بھی اس سارے واقعہ کی تفصیلات سے بے بہرہ ہیں۔ نہ کوئی اور ایسا ذریعہ علم ہے جس کے سبب یہ ساری معلومات اکٹھی ہو سکیں۔ یہ خبر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مالکِ حقیقی اپنے نبی کو یہ ساری تفصیلات بذریعہ وحی بتا رہے ہیں۔

(ز) سورۃ کے آخر میں اہلِ مکہ کے ایک عذر کا ازالہ کیا گیا ہے۔

"اگر ہم ایک دم اپنے آبائی دین کو ترک کر کے اس نئے دین کو اپنا لیں گے تو اس سے ملک عرب میں جو ہماری شہرت اور عقیدت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے' وہ یک لخت ختم ہو جائے گی"

اس واہمے کے جواب کے طور پر واضح کیا کہ حق و باطل کا فیصلہ دنیوی مفادات کے پیشِ نظر نہیں بلکہ اخروی زندگی کی بہتری کی بنیاد پر ہونا چاہئے جو حقیقی زندگی ہے۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں اعمالِ صالحہ اور انفاق فی سبیلِ اللہ کی رغبت دلائی اور مومنین کے وصف کامل کے ذیل میں فرمایا کہ وہ بے کار اور بیہودہ اعمال سے اعراض کرتے ہیں اور سلامتی کی راہ پر چلتے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موسیٰ علیہ السلام کی ولادت

سورۃ کے آغاز میں فرعون کے ظلم و ستم کا ذکر ہے جس نے حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہر نذکر نومولود کو قتل کر دیا جائے۔ ایسے ہی دور میں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور آپ کی والدہ کو یہ ترکیب سجھائی گئی کہ لکڑی کے ایک صندوق میں آپ کو بٹھا کر دریا کے حوالے کر دیں۔ ماں کی ممتا یہ کیسے گوارا کرتی؟ مگر اس کے علاوہ بچاؤ کا چارۂ کار بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ صندوق اس نہر کے ذریعے سے فرعون کے محل میں جا پہنچا۔ فرعون کی اہلیہ نے اس تابوت میں جب ایک خوبرو اور خوبصورت بچے کو دیکھا تو اپنی محرومی اور بے بسی پر اس کو بہت رونا آیا اور دل میں ٹھان لی کہ اس بچے کی پرورش وہ اپنی نگرانی میں کرائے گی۔ یوں آپ قتل ہونے سے بچ گئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ آپ اپنی ماں ہی کی گود میں پرورش کے لئے لوٹا دیئے گئے۔ یعنی ماں کی ممتا کی تسکین بھی ہو گئی اور فرعون کی شر کا ڈر بھی دل سے نکل گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

طٰسٓمٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○
نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○
اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً
مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○
وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً
وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○
وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ
مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ○
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ
فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○

Marfat.com

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ○
وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○
وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○
وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۚ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ۙ
وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○
فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ۧ

"یہ روشن کتاب کی آیات ہیں' ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو (سنانے) کے لئے بتاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کردیا۔ اس میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا' اس کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور اس کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ان لوگوں پر مہربانی کریں جو زمین میں ذلیل کرکے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنادیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلادیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو اشارہ کیا کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر۔ ہم اسے تیرے ہی پاس واپس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ آخر کار فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے) نکال لیا تاکہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لئے سبب رنج بنے۔ واقعی فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر (اپنی تدبیر میں) بڑے غلط کار تھے۔ فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا: یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' اسے قتل نہ کرو۔ کیا عجیب کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو۔ یا ہم اسے اپنا لڑکا ہی بنالیں اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔ ادھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اڑا جارہا تھا۔ وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والوں میں سے ہو۔ اس نے بچے کی بہن سے کہا: اس کے

پیچھے پیچھے جا۔ چنانچہ وہ الگ سے اس کو اس طرح دیکھتی رہی کہ (دشمنوں کو) اس کا پتہ نہ چلا اور ہم نے بچے پر پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی چھاتیاں حرام کر رکھی تھیں۔ (یہ حالت دیکھ کر) اس لڑکی نے ان سے کہا: میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں؟ اس طرح ہم (موسیٰؑ) کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔"

(القصص:1-13)

ظلم کی حکمرانی اور اس کے خلاف جہاد

آپ جوانی اور شعور کے دور میں داخل ہوئے تو آپ نے ہر طرف ظلم و جور کی حکمرانی دیکھی جس سے آپ کو شدید نفرت ہوئی۔ اس ظلم کے خاتمے کی تدبیریں آپ سوچتے۔ ایک روز آپ نے سربازار ایک قبطی شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بنی اسرائیلی پر زیادتی کر رہا تھا۔ اس بنی اسرائیلی آدمی نے آپ کو دیکھا تو امداد طلب کی۔ آپ نے قبطی آدمی کو دھکا دے کر الگ کرنا چاہا تو اس پر ہاتھ اٹھ گیا۔ اس سے اس قبطی کی موت واقع ہو گئی۔ اس خبر کے ساتھ ہی دربار میں ہل چل مچ گئی مگر قاتل کا کھوج نہ مل سکا۔ دوسرے روز آپ پھر بازار کی جانب نکلے تو دیکھا کہ وہی بنی اسرائیلی پھر ایک اور قبطی کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پھر مدد چاہی۔ آپ ان کو چھڑانے کے لئے آگے بڑھے تو وہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام آج مجھ پر ناراض ہوں گے۔ تو اس کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے:۔

اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۚ

"جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اسی طرح چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو" (القصص:19)

ہجرت

ان الفاظ کی بازگشت دربار میں سنی گئی اور بھرے دربار میں اس بات پر غور و فکر شروع ہو گیا اور پھر فیصلہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گرفت میں لے کر حالات درست کئے جائیں۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کے کسی خیر خواہ نے یہ بات ان تک پہنچا دی۔ موسیٰ علیہ السلام فوراً ہی شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔

مدین میں قیام اور روزگار

آپ ہجرت کر کے مدین پہنچے اور وہاں آپ نے دو بچیوں کو کنویں میں سے پانی نکال کر دیا تو مدین کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں میں سے ایک نے ان الفاظ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کی:

يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۖ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ ○

Marfat.com

"اباجان! اس کو اپنے ہاں ملازم رکھ لیجئے کہ ملازمت کے لئے بہترین شخص وہ ہوتا ہے جو قوی اور امین ہو۔"
(القصص:26)

قوی کا مطلب ہے کہ اس میں کام کرنے کی قوت ہو۔ فنی مہارت و صلاحیت ہو اور امین سے مراد یہ ہے کہ وہ ایماندار بھی ہو۔ جب انسان کے اندر یہ دو صلاحیتیں ہوں تو وہ بہترین شخص بن جاتا ہے۔ یہی بات حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کہی تھی:

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○

"مجھے اپنی زمین کے خزانوں پر نگران بنا دو کیونکہ میں حفاظت کرنے والا اور علم رکھنے والا ہوں۔"
(یوسف:55)

وہ معاشرہ جس میں صرف فنی مہارت کی تربیت دی جائے اور امانت و دیانت کی تربیت نہ دی جائے تو وہ رشوت' بددیانتی اور کرپشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

منصبِ نبوّت

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں قیام کیا اور شعیب علیہ السلام کے وہاں رہنے لگے۔ جس مدت تک کے لئے معاہدہ ہوا تھا' اس کے مکمل ہونے کے بعد آپ کی شادی حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی سے کر دی گئی۔ چنانچہ آپ اپنی اہلیہ کو لے کر اپنے وطن کی جانب چلے۔ راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ سردی کے باعث آگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو دور پہاڑ کی چوٹی پر آگ دہکتی نظر آئی۔ آپ اس آگ کی تلاش میں چل نکلے جب اس جگہ پہنچے تو غیب سے ندا آئی جس کا ذکر یوں ہے:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○

"جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ پر ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں اللہ ربّ العالمین ہوں۔" (القصص:30)

گویا شرفِ ہمکلامی کے بعد منصبِ رسالت پر فائز کر دیا گیا اور تائید کے لئے معجزات عطا ہوئے۔ اور آپ کو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سمیت فرعون کے پاس جانے کا حکم ملا اور پیغامِ حق سنانے کے لئے ہدایات دی گئیں۔

فرعون کی جہالت

فرعون نے بھرے دربار میں سب کچھ دیکھا اور سنا تو اس کو جواب بن نہ پڑا اور اس نے اپنی خفت و شرمندگی مٹانے کے لئے اہلِ دربار کو یوں مخاطب کیا:

Marfat.com

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○

"اور فرعون نے کہا کہ اے اہلِ دربار! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی معبود کو نہیں جانتا۔ اے ہامان! ذرا اینٹیں پکوا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت تو بنواؤ۔ شاید کہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے معبود کو دیکھ سکوں۔ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔" (القصص:38)

موجودہ دور کی جہالت

فرعون کا یہ ایک انداز تھا جس میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑا رہا تھا۔ یہ ساڑھے 3 ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ اس دور کی جہالت تھی۔ لیکن موجودہ دور کی جہالت بھی کچھ کم نہیں ہے۔

ماسکو سے اوپر آسمان کی طرف سپٹنک بھیجے گئے۔ جب خلاء میں گئے تو کہنے لگے کہ اوپر اللہ تو کہیں نظر نہیں آیا۔ ہم نے خلاء میں اسے ڈھونڈا مگر نہیں ملا۔ معلوم ہوا کہ جاہل انسان کی جو ذہنیت ساڑھے تین ہزار سال پہلے تھی، سائنس پڑھنے کے باوجود آج بھی وہی ہے۔

علم ہی ٹھہرا علم کا باغی
عقل ہی ٹھہری عقل کی دشمن

فرعون کا انجامِ بد

فرعون اپنی انانیت کے زعم میں غرقاب ہوا اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلوں کے لئے نشانِ عبرت بنا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ○

"اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔ اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال ہوں گے۔"
(القصص:42)

قرآن کی تمام الہامی کتب پر برتری

فرعون کی ہٹ دھرمی کا انجام بیان کر کے موسیٰ علیہ السلام کے متفرق حالات مذکور ہیں اور پھر اہلِ مکہ کو مقصد نبوت سمجھانے کے لئے یوں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

"(اور اے رسول! ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر ان کے اعمال کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں' ان پر کوئی مصیبت واقع کریں تو یہ کہنے لگیں کہ ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا گیا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے۔"

(القصص:47)

لیکن یہ اہلِ مکہ اس قدر ہٹ دھرم تھے کہ سب کچھ سمجھنے کے باوجود ہر روز نیا عذر اور نئی فرمائش لے کر حاضر ہوتے۔ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا کہ قرآنِ مجید کو سن کر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام پر جیسی کتاب اتری تھی' ایسی کتاب کیوں نہیں؟ یعنی یکبارگی اور تختیوں پر کندہ حسی شکل میں کتاب نازل کیوں نہیں ہوتی۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا:

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○
فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم!) ان سے کہو کہ اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت بخشنے والی ہو' اگر تم سچے ہو' میں اسی کی پیروی اختیار کروں گا۔ اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو خدائی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔" (القصص:49-50)

پہلی بات تو یہ کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ چیلنج دیتے ہیں کہ تمہارے پاس توریت تھی اور اب اس کا آخری ایڈیشن قرآن کی شکل میں آگیا ہے۔ اب دیکھو! ان دونوں سے بڑھ کر اچھی' صحیح اور ہادی کتاب تمہارے پاس ہے تو لے آؤ' میں اس کی پیروی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا نہ کر سکیں گے اور اگر یہ ایسا نہ کر سکیں تو پھر ایک بات یہ ہے کہ پیروی یا تو اللہ کی کتاب کی ہوتی ہے یا خواہشاتِ نفس کی۔ اس کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہوتی۔

Marfat.com

اہلِ کتاب میں مومنوں کا ایک طبقہ

اس وضاحت کے بعد اہلِ کتاب کے اس طبقے کا ذکر ہے جو قرآن کی حقانیت کو دیکھ کر ایمان قبول کر چکے تھے۔ ان کے انجام کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ○
وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ○

"ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ صبر کرتے رہے اور نیکی کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے۔ اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ تم کو سلام اور ہم جاہلوں کے چاہنے والے نہیں۔" (القصص:54-55)

اہلِ ایمان کی صفات

آیاتِ مذکورہ میں ان نیک فطرت اہلِ کتاب کی چند صفات مذکور ہیں جس کے باعث ان کو اجر و ثواب دیا جائے گا۔

1- صبر۔
2- برائی کو احسن طریقے سے دور کرنا۔
3- اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال کو اس کو راہ میں خرچ کرنا۔
4- بے ہودہ گفتگو سے پرہیز۔
5- جہالت اور جاہلوں سے کنارہ کشی۔

قیامت کے روز نسبی تعلق کام نہ آئے گا

اس کے بعد ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریبی نسبی تعلق رکھتا تھا مگر ایمان اس کے نصیب میں نہ تھا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○

Marfat.com

"اے نبیؐ! تم جسے چاہو' اسے ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے' ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔" (القصص:56)

اس آیت کی شانِ نزول میں لکھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ خواہش تھی کہ ان کے چچا ابو طالب کم از کم مرتے وقت اسلام قبول کرلیں۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ چچا! میرے کان ہی میں کہہ دیں کہ میں نے اسلام قبول کیا اور کلمہ پڑھ لیں تاکہ میں اللہ کے سامنے تمہارے اس کلمے کی وجہ سے شفاعت تو کر سکوں۔ ابو جہل اور دوسرے لوگ بھی اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے کہا' ابو طالب! کیا مرتے وقت باپ دادا کے دین کو چھوڑ دو گے؟

ہدایت دینا یک طرفہ کارروائی نہیں

ابو طالب اسی دین پر فوت ہو گئے جو ان کے باپ دادا کا دین تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر بہت غم ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

"اے محمدؐ! آپ جسے چاہیں' ہدایت اس کے دل میں نہیں ڈال سکتے' ہاں! اللہ جسے چاہتا ہے' ہدایت دے دیتا ہے۔" (القصص:56)

تو اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت یک طرفہ کارروائی کا نام نہیں ہے۔ اللہ کا رسول' اللہ کا نبی چاہے بھی تو اپنے چچا کو' اپنے والد کو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا معاملہ ہے یا اپنے بیٹے کو جیسا کہ نوح علیہ السلام کا معاملہ ہے' ان کی خواہش اور طلب کے بغیر انہیں ہدایت پر عملی طور پر نہیں ڈال سکتا' کیونکہ ہدایت دو طرفہ کارروائی ہے۔ دوسری طرف سے طلب ہو گی تو اس طرف سے ہدایت پہنچ جائے گی۔ اگر طلب نہیں ہے تو ہدایت نہیں پہنچے گی خواہ وہ سگا بیٹا ہو' سگا والد ہو یا سگا چچا۔ اس کی ایک مثال پر غور کریں:

ہدایت طلبی پہ اہم مثال

آپ کے پاس ایک ریڈیو سیٹ ہے۔ جب آپ اس کا سوئچ آن کر دیں تو ریڈیو اسٹیشن سے آواز آنے لگے گی۔ اس لئے کہ اس کمرے کی فضاء میں ریڈیائی لہریں موجود ہیں۔ جونہی ہم سوئچ آن کریں گے' آواز آجائے گی۔ آپ ریڈیو اسٹیشن کے بالکل بغل میں ہوں اور آپ نے ریڈیو کا سوئچ آف کیا ہوا ہو تو آواز نہیں آئے گی۔ بالکل یہی نظام ادھر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت فضاء میں ہر سو چھائی ہوئی ہے۔ اگر ہم ہی دل کا دروازہ بند کر دیں تو ہم رحمت سے محروم ہی رہیں گے۔ اسی طرح اگر موسلا دار بارش ہو لیکن ہم نے برتن اوندھا رکھا ہوا ہو تو ایک قطرہ بھی اس کے اندر نہیں آئے گا۔ اسی طرح اللہ کی رحمت آفتابِ رسالت کی شکل میں ہو' یعنی ختم المرسلین علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں ہو اور دوسری طرف دل ابو جہل کا ہو جس کا فیصلہ یہ ہے کہ نہیں مانیں گے' تو آفتابِ رسالت چمکتا دمکتا رہے گا مگر روشنی اندر نہیں جائے گی کیونکہ یہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ ایک طرف سے طلب ہو اور دوسری طرف نشر کرنے والے ہوں تو کام بنے گا' پیغام پہنچ جائے گا۔ یہاں پر یہی بات بتائی گئی ہے کہ جب تک طلب صادق نہیں ہوگی' اللہ کا نبی اور اللہ کا رسول بھی اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد پھر پہلی ہلاک شدہ بستیوں کا اجمالی ذکر ہے اور یہ وضاحت بھی کہ ہم ہلاکت سے قبل ہر قوم کو حقائق سمجھانے کے لئے رسول ضرور بھیجا کرتے ہیں تاکہ وہ دنیا والوں کو اس دنیا کی بے ثباتی کا ذکر سنا دے۔

دنیوی اسباب کی حقیقت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ

"تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دیا گیا ہے' یہ چند روزہ استعمال کی چیز ہے۔ یہ بہت جلد تم سے چھن جانے والی ہے اور اللہ کے ہاں تمہارے لئے بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر ہے" (القصص:60)

اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور اس کی لذتوں کو چھوڑنے کا حکم نہیں دے رہے بس اتنی موٹی سی بات سمجھ لینا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی متاع ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے' اس لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا ہے اور اس دنیا کو آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا ہے جیسا کہ آگے چل کر اس کا ذکر ہے۔ قارون سے یہی بات کہی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں جو کچھ دے رکھا ہے' اس کو دارِ آخرت کے حصول کا ذریعہ بناؤ۔

رہبانیت و ترکِ دنیا کی ممانعت

دنیا کو چھوڑنا نہیں کیونکہ آخرت کی راہ اسی دنیا کے اندر سے گزر کے جاتی ہے۔ دنیا کو آخرت کے حصول کا ذریعہ بنانا ہے کیونکہ کسی پہاڑ کی کھوہ یا کسی غار میں سے آخرت کو کوئی راستہ نہیں جاتا۔ آخرت کا راستہ اسی دنیا کے اندر سے جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت اور ترک دنیا نہیں' اس لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ذرائع دے رکھے ہیں' ان کو یوں استعمال کرو کہ دارِ آخرت پا جاؤ اور دنیا سے بدنصیب ہو کر نہ جاؤ۔ اس آیت سے لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں اپنے نصیب کو خوب حاصل کرو حالانکہ دنیا میں تمہارا نصیب وہ ہے جو تم نے کھا لیا' پہن لیا۔ اور جو تم نے آگے بھیج دیا' وہ باقی رہ گیا۔

قارون کون تھا؟

روایات میں ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد یا خالہ زاد بھائی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص ابتداء

میں نیک تھا اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے "منور" کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن جب اس کا مال زیادہ ہوا تو اس کے اندر نفاق اور سرکشی پیدا ہوئی اور وہ مرتد اور باغی ہو گیا۔

درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قارون کی خصلت' اس کے وافر مال اور اس کی بداعمالیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ○
وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ○

"بلاشبہ قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ وہ (مال کی کثرت کی وجہ سے) لوگوں پر زیادتی کرنے لگا اور ہم نے اسے خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں (اٹھاتے وقت) ایک طاقت ور جماعت کو بھی تھکا دیتی تھیں۔ ان کی قوم نے کہا کہ (اس دولت پر) مت فخر کر کیوں اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو مال اللہ نے تجھ کو دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی اسی طرح تو بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کر اور ملک میں فساد پھیلانے کا ارادہ مت کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(القصص:76-77)

موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے قارون کو دعوتِ حق

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے قارون کے پاس اللہ رب العزت کا پیغام پیش کیا جس میں حکمت و نصیحت کے ساتھ دین کی دعوت تھی لیکن قارون نے اس سے راہِ فرار اختیار کی۔ قارون کا اپنا لاؤ لشکر تھا اور دولت کی ریل پیل تھی۔ اس لیے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے سامنے انتہائی دلیری اور ڈھٹائی سے دعوتِ الٰہی کو ٹھکرا دیا اور باغی ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف بغاوت کا انجام بہت برا ہے۔ جو شخص اللہ کے احکامات کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے وہ واجبُ القتل ہوتا ہے اور جو شخص اوروں کے لئے کنواں کھودتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس میں خود گرتا ہے بالفاظِ دیگر سرکش اور باغی کو اس کا انجام دنیا میں ہی نظر آجاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۭ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى

"مگر حقیقت یہ ہے کہ انسان سرکشی کرنے لگتا جب وہ اپنے آپ کو مالدار پاتا ہے۔ بلاشبہ (سبھی کو) تمہارے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(العلق:6-7)

ایک اشکال اور اس کا جواب

روزمرہ کی زندگی میں اگر ہم مشاہدہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی سرکشی' بغاوت اور گناہ کے باوجود بھی اس پر نعمتوں کی بارش کر رہا ہے تو یہ نرمی اللہ کی طرف سے ایک طرح کی ڈھیل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○
فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

"جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر طرح کی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے تھے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو دی گئی تھیں وہ خوشیاں منانے لگے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ پس وہ اس وقت مایوس ہو کر رہ گئے۔ غرض ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور ہر طرح کی تعریف خاص اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

(الانعام:44-45)

نظامِ کائنات--- آفاقی ممتا

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ان صفات کا تذکرہ ہے جن کے روزمرہ مشاہدے کے ذریعے سے آدمی کو غور و تدبر کی دولت نصیب ہوئی اور پھر یہ غور و فکر ایمان کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○
وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○
وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

"اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے' منتخب کرلیتا ہے۔ ان کو (معبودانِ باطل) اس کا کوئی اختیار نہیں۔ یہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں' وہ اس سے پاک و بلند تر ہے۔ اور ان کے سینے میں جو کچھ پوشیدہ ہے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں' تمہارا رب اس کو جانتا ہے اور وہی اللہ ہے' اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کے لئے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔ اے نبی! ان سے کہو: کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لادے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ان سے پوچھو کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے دن طاری کردے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے' جو تمہیں رات دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرسکو؟ کیا تمہیں سوجھتا نہیں؟ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں سکون حاصل کرو' اور دن میں اپنے رب کا فضل حاصل کیا کرو' شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ (القصص:68-73)

اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہے جو اللہ کی رحمت کا بہت بڑا کرشمہ ہے' رات آتی ہے اور ہر شخص کو پتا ہوتا ہے کہ آرام کرنا ہے۔ سورج طلوع ہوتے ہی ہر ایک کو پتا ہوتا ہے کہ اب کام کرنے کا وقت ہے۔ اگر یہ رات اور دن نہ ہوتے تو ہم کبھی کسی وقت پہ متفق نہ ہوتے کہ کب دفتر جانا ہے' کب سونا اور کب جاگنا ہے۔ آپ کسی سے ملنے جاتے' وہ سویا ہوا ہوتا' آپ کسی دفتر میں جاتے' پتا چلتا یہ تو اس کی چھٹی کا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں اتفاقِ رائے پیدا کردیا کہ اب سارے ہی سو جاؤ اور اب سارے ہی جاگ اٹھو۔ اب کام کرو اور اب آرام کرو۔

تو رازِ محبت کو سمجھتا ہی نہیں ورنہ
بندی انساں ہی آزادی انساں ہے

اللہ کی رحمت اور ماں کی ممتا---ایک عُمدہ مثال

جب میں بچپن میں پڑھتا تھا تو مجھے عادت تھی کہ کسی کام میں لگ جاتا تو جب تک وہ ختم نہ ہو جاتا' مجھ پہ ایک جنون سا طاری رہتا۔ دیر ہو جاتی' رات کو گیارہ' بارہ ایک بج جاتا تو امی جان رحمۃُ اللہ علیہا پریشان ہو کر بتی بجھا دیتیں تاکہ میں جبراً آرام کروں۔ یہ جو اللہ تعالیٰ رات کے وقت بتی بجھا دیتے ہیں یعنی سورج غروب ہو جاتا ہے' یہ ممتا کی رحمت کا ایک عکس ہے کہ دن کی روشنی میں تم نے بہت کام کیا' تمہارے اعضاء اب تھک گئے' اب آرام کرو۔ یہ اس کا نظام ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ نہ کرے تو اللہ کے سوا کون ہے جو رات اور دن کو بدل بدل کے لے آتا ہے؟ خدانا خواستہ وہ رات لمبی کر دے' دن آنے نہ پائے تو کیا کرو گے؟

آسمانی روشنی کی قیمت!

یہ جو روشنی آسمان سے آتی ہے۔ یہ بڑی قیمتی چیز ہے۔ آپ بجلی کا بل دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جو روشنی سورج سے روزانہ بھیجتے ہیں اور وہ دس ارب سال سے آ رہی ہے اور آئندہ نامعلوم کتنے سال تک آتی رہے گی' اللہ تعالیٰ نے کبھی اس کا بل نہیں مانگا۔ دنیا والے تو عدم ادائیگی کے باعث روشنی بند کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہے کہ اس نے نہ کبھی اپنی روشنی کے لئے کسی بل کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور نہ عدم ادائیگی کی صورت میں روشنی بند کی۔ اسی لئے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو شمار میں نہ لا سکو گے۔"

قارون کی مذمّت

قارون نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام نعمتیں اور مال و دولت میری ذاتی مہارت' چالاکی اور ہوشیاری کا نتیجہ ہے کہ میں مال کمانے کے طریقے سے واقف تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اور جو کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ اسی سبب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر قارون کی مذمّت فرمائی:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○

"قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں

Marfat.com

کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا جو قارون سے قوت میں سخت اور جمعیت میں بہت زیادہ تھیں اور گناہگاروں سے ان کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے۔

(القصص:78)

قارون کی سرکشی

اس عبرت آموز ذکر کے بعد قارون کی سرکشی کا بیان عبرت کے لئے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے راہِ ہدایت بجھائی تو اس نے سرکشی کی۔ دراصل اس کو اپنی بے انداز دولت کا غرور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

1- غرور مت کر کیونکہ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے ذریعے سے آخرت کی بھلائی تلاش کر۔

3- دنیا سے بے نصیب اور خالی ہاتھ نہ جا۔

4- لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کے ساتھ پیش آ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے۔ دنیا میں فساد نہ پھیلا۔

ان نصیحتوں کو سن کر وہ شیخی بگھارنے لگا کہ یہ مال تو میرے زور بازو اور محنت کا ثمر ہے۔ اس کو بھی عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○
وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ

"پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلے لے سکا اور وہ لوگ جو کل اس کے اجر کی تمنا کیا کرتے تھے، صبح کو کہنے لگے، بے شک اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے، اس کا رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے۔ اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم کو بھی زمین میں دھنسا دیتا۔" (القصص:81-82)

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کی دولت کو کو زمین میں دھنسا دیا۔ اس واقعہ میں قارون کی قماش کے لوگوں کے

Marfat.com

لیئے سامانِ عبرت ہے اور خاص طور پر وہ تاجر حضرات جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھولے بیٹھے ہین' وہ نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور نہ ہی آخرت کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کو زمین کے اندر دھنسا دینا اللہ کے لئے کوئی بعید نہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمانوں کے پاس لاکھوں اور کروڑوں روپے موجود ہے لیکن اس کے باوجود وہ زکوۃ ادا نہیں کرتے۔ اللہ ربُّ العزت ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اس عذاب سے محفوظ فرمائے اور اپنی یاد' اپنی شکرگذاری اور اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

مومن و کافر کی ذہنیتوں کا بنیادی فرق

قارون بدبخت تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے جو دولت بھی کمائی ہے' یہ میری اپنی مہارت اور علم کا نتیجہ ہے۔ میں نے اپنی محنت اور سعی سے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے' میں نے اللہ سے کوئی بھیک نہیں مانگی۔ دراصل قارون اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسے شخص میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ قارون دولت کو اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ کہتا ہے تو دوسری طرف سلیمان علیہ السلام کہ جنہیں اللہ تعالیٰ دولت' ثروت' عزت اور جاہ و جلال سے نوازتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی

"یہ میرے پروردگار کی دین ہے۔"

یوں کہہ لیں کہ یہ ایک بنیادی فرق ہے مومن اور کافر کی ذہنیت میں۔ مومن ہر شے کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتا ہے اور کسی چیز کا کریڈٹ خود نہیں لیتا۔ اس کے برعکس کافر ہر نعمتِ الٰہی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے اور کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے شکر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

دارِ آخرت کا وارث کون؟

یہ سارا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نتیجہ یہ ارشاد فرماتے ہیں:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

"آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لئے ہے۔" (القصص:83)

یعنی دارِ آخرت' ہامان اور قارون جیسے لوگوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو زمین میں اقتدار کی ہوس نہیں رکھتے اور دنگا فساد سے بچتے ہیں۔

Marfat.com

کامیابی کی شرائط

اس کے بعد آخرت کے چند مناظر عبرت کے لئے بیان کئے گئے ہیں کہ مشرک اس روز اندھے ہو جائیں گے اور کامیابی و کامرانی ان لوگوں کا مقدر ہو گی جو

1- شرک سے تائب ہوئے۔

2- ایمان لائے۔

3- ایمان کے بعد نیک عمل کرتے رہے۔

ہوسِ اقتدار فساد کا اصلی سبب

ان آیات سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دنیا میں فساد کا اصلی سبب ہوسِ اقتدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "علو" اور "فساد" دونوں لفظوں کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ اگر ہوسِ اقتدار نہ ہو اور اخلاص کے عالم میں اجتماعی کام کیے جائیں تو پھر عام سادہ سی نیکیوں کا اجر بھی آخرت میں کئی کئی گنا زیادہ ہو کر ملے گا۔

اس سورۃ کے اختتام سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

"اور تمہیں امید نہ تھی کو تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔ مگر تمہارے رب کی مہربانی ہے۔ اب تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ بننا۔ وہ آپ کو اللہ کی آیات کی تبلیغ سے روک نہ دیں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہو چکی ہیں۔ اور اپنے رب کو پکارتے رہو۔ اور مشرکوں سے ہرگز نہ ہونا اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارنا۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔" (القصص:86-88)

Marfat.com

العنکبوت

نام

اس سورت میں "مکڑی" کے ذکر کی مناسبت سے "العنکبوت" نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورت ہجرت کے دور کے ساتھ متعلق ہے اور ظاہر ہے کہ ہجرت کا آغاز ہجرتِ حبشہ سے ہو چکا تھا۔

مضامین

اس سورۃ کا نزول جس دور میں ہوا' وہ دور مسلمانوں کے لئے مصائب' مشکلات اور شدائد کا دور کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کو ایمان سے باز رکھنے کے لئے ایک طرف ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے اور دوسری طرف ایمان سے دور رکھنے کے لئے خاندانی دباؤ اور والدین کے حقوق کا حربہ بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

اس سلسلے میں فرمایا کہ والدین کے بہت سے حقوق ہیں۔ لیکن اگر والدین شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت لازم نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص آخرت کے عذاب و ثواب کی ذِمّہ داری قبول کرے تو اس کی بات بھی قابلِ قبول نہیں کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہو گا۔

ان باتوں کی وضاحت کے لئے انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں وہ پہلو نمایاں کئے جن میں ان پر کی گئی سختیوں کا ذکر ہے۔ نیز ان انبیاء کو لمبی مدت تک ستایا گیا مگر وہ اس آزمائش کی گھڑی میں ثابت قدم رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مدد کی گئی۔ کُفّارِ مکہ کو انہی واقعات کے ذیل میں متنبہ کیا کہ جیسے پہلی قومیں آسمانی تعلیمات کی مخالفت کے باعث برباد ہوئیں' تمہارا انجام ان سے مختلف نہ ہو گا۔

ضعیفُ الایمان لوگوں کو انبیاء کے واقعات سے حوصلہ دلا کر یہ کہا گیا کہ اگر سختیاں ناقابلِ برداشت ہو چکی ہیں تو زمین و وطن اور گھربار چھوڑ کر اللہ کی وسیع زمین میں کسی امن والے مقام کی طرف ہجرت کر جاؤ۔

انبیاء علیہم السلام اور اقوام سابقہ کے ذکر میں ابراہیم' لوط' اسحٰق' یعقوب اور شعیب علیہم السلام کے حالات ہیں۔ قومِ ثمود و عاد اور طوفانِ نوح کے ذکر کے ساتھ فرعون' قارون اور ہارون کے عبرت ناک انجام کا ذکر ہے۔ انہی آیات میں حکم دیا کہ اللہ کی زمین پر نکل کر اللہ کی نشانیوں میں غور و تدبر کرو۔

اخلاقِ حسنہ میں سے ایمان' اعمالِ صالحہ' والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک' صبر' اقامتِ صلوٰۃ اور توحید کی عظمت کا ذکر ہے۔ جبکہ برے اعمال' فسق اور ظلم و تعدوان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۚ
اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○
وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا
وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ○

"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس اتنا کہنے پہ چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔" (العنکبوت:1-3)

لوگ آسان سمجھتے ہیں مُسلماں ہونا

بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا کہ "اٰمَنَّا" ہم ایمان لائے' اس سے انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے لیکن یہی سب کچھ نہیں ہے۔ ایسا کہنے سے انسان کی جان نہیں چھوٹتی بلکہ پھنس جاتی ہے۔ عام طور پہ ہمارے ہاں مشہور یہ ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے' وہ دین میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ سیدھا جنّت میں چلا جاتا ہے۔

دین میں داخل ہونا تو درست! مگر کیا یہی کچھ کافی ہے؟ کیا اس کے بعد کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں؟

ایک مثال

اس بات کی وضاحت کے لئے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ ایک شخص نکاح کرتا ہے۔ ایجاب و قبول کر لیتا ہے' تو کیا اس نکاح کے بعد قصّہ ختم ہو گیا؟ نہیں ہرگز نہیں یہ تو ابتدائے عشق ہے۔ اب تو پھنس گئے' اب تو بے شمار ذِمّہ داریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا (بیوی کا نان نفقہ' بچوں کی تربیت' رشتہ داروں سے صلۂ رحمی اور ان سب کے ساتھ ربط میں ایک خاص توازن وغیرہ)۔ اس لئے نکاح اور ایجاب قبول سے معاملہ ختم نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح سے کلمۂ شہادت پڑھ لینے کے بعد ایک شخص دین سے فارغ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ اب بات شروع ہوئی ہے۔ جب آپ نے کہہ دیا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اب اللہ تعالیٰ کے احکام شروع ہو گئے۔ جیسے ایک طالب علم یونیورسٹی میں داخلہ لے لے تو ٹیکسٹ بک خریدنی پڑے گی' کلاس روم میں بیٹھنا پڑے گا' روزانہ کلاسوں کی تیاری کرنی پڑے گی اور پھر امتحان بھی ہو گا اور یہی ارشادِ باری ہے:

"ہم آزمایا کرتے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے بھی لوگوں کو آزمایا۔"

حدیث شریف میں ہے:

سیّدنا خباب بن ارتؓ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کی دیوار کے ساتھ سہارا لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ عرض کیا: یا رسولَ اللہ! آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں' ہم تو بہت مُشکل میں ہیں۔ سخت آزمائش ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ فرمایا: "تم سے پہلے جو اہلِ ایمان گزر چکے ہیں' ان پر اس سے زیادہ سختیاں کی گئیں۔ ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا جاتا اور کسی کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کیے گئے۔ کسی کے جوڑوں اور کولھوں پر لوہے کے کنگھے کسے گئے تاکہ وہ ایمان سے باز آجائیں۔ خدا کی قسم یہ کام پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ ایک شخص صنعاء سے حضرموت تک بلا کھٹکے سفر کرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہ ہو گا جس کا وہ خوف کرے۔"

اہلِ ایمان کی اس طرح کی آزمائش کے بعد ہی نصرت کا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے تو پھر وہ سارے معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیا کرتا ہے۔

ماں باپ سے حُسنِ سلوک

مکّہ کے نوجوان جب ایمان کی طرف راغب ہونے لگے تو ان کو ایک دھوکا دے کر بہکانے کی کوشش کی گئی کہ ماں باپ کے حقوق اولاد پر بے حد و حساب ہیں' اس لئے اپنے آبائی دین سے بغاوت کر کے والدین کو اذیّت نہ دینا چاہئے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ

"اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت سے تجھے آگاہی نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا" (العنکبوت:8)

یہ بات درست ہے کہ دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں لیکن اللہ کا حق ان سے بھی زیادہ ہے کہ ایک مسلمان والدین کی خاطر دینِ حق کو ترک نہ کرے۔

دنیا میں آزمائش

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ ہم ایمان کے دعوے دار لوگوں کو کبھی کبھی آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اس سے مخلص مومن کے درجات بلند کئے جاتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس آزمائش کی

گھڑی میں مفاد پرست اور منافق لوگ جب اہلِ ایمان سے الگ روش اختیار کرتے ہیں تو ان کا پول خود ان کے کردار سے کھل جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ○

"اللہ ان کو ضرور ظاہر کرے گا جو مومن ہیں اور منافقوں کو بھی ظاہر کر کے رہے گا۔" (العنکبوت:11)

اہلِ باطل کا ایک فریب

جب اہلِ ایمان کی تعداد روز افزوں تھی تو اہلِ باطل نے کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو یوں بہکانا شروع کیا کہ تم اس نئے دین کو بے شک ترک کر دو۔ رہا معاملہ آخرت کا تو اس روز ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائیں گے۔ اس فریب سے آگاہی کے لئے فرمایا:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ط اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

"اور جو کافر ہیں' وہ مومنوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے دین کی پیروی کرو۔ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے نہیں۔ بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ اور لوگوں کے بوجھ بھی۔ اور جو بہتان یہ باندھتے رہے' قیامت کے دن ان سے ضرور ان کی پوچھ گچھ ہوگی۔" (العنکبوت:12-13)

یہ صرف اس دور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس دور میں بھی اہلِ باطل اس قسم کا دھوکا دیتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو اسی آخرت کی بازپرس سے نجات کا دھوکا دے کر دنیا میں ان کو لوٹتے ہیں۔

نوح علیہ السلام کا ذکر

نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے۔ جب قوم نہ مانی تو غرقاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو سفینۂ نوح کے ذریعے سے نجات دلا دی۔

ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام نے بھی قوم کو راہِ ہدایت دکھائی اور شرک کی ناپائداری کا ذکر یوں کیا:

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ ط اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○

"تم جن کو اللہ کے علاوہ پوجتے ہو' وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پس اللہ کے ہاں ہی سے رزق طلب کرو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کا شکر ادا کرو۔ تم کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (العنکبوت:17)

اہلِ مکہ کے لئے خصوصاً ابراہیم علیہ السلام کے پیغام کا یوں ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہ بھی ابراہیمی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان کو بتایا کہ آپ لوگوں کے لئے ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات تو یہ تھیں:

1- شرک سے بچو۔

2- رزق اللہ ہی سے مانگو کہ یہ اس کا فضل و انعام ہے۔

3- اللہ ہی کی عبادت کرو۔

4- اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

5- موت برحق ہے۔ اس کے بعد اللہ کے پاس حاضری ضرور ہو گی۔

ہجرت و استقامت

اس کے بعد عقیدہ حیات بعد الموت کے لئے بطور دلیل مشاہدے کا حکم دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ط

"کہہ دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا پھر اللہ ہی آخری مرتبہ پیدا کرے گا۔" (العنکبوت:20)

جب یہ سارے حقائق سنتے سنتے قوم سے جواب نہ بن پڑا تو فیصلہ کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر کے یا جلا کران سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے آگ کی چتا بنا کر ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال بھی دیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس آگ کو گل و گلزار بنا دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو نجات دلا دی۔

اہلِ ایمان کے سامنے اس واقعے کا ذکر ان کو استقامت کی تعلیم دینے کے لئے ہے کہ دینِ حق کی راہ میں مصائب ضرور آتے ہیں مگر ذرا دیکھو تو ابراہیم علیہ السلام نے جب ہٹ دھرم اور بدکار قوم کے ساتھ نباہ نہ ہوتے دیکھا تو فرمایا:

Marfat.com

اِنِّیۡ مُہَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ ط

"میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔" (العنکبوت:26)

یعنی اس ظلمت کدے کو چھوڑ کر اللہ کی وسیع و عریض زمین میں ہجرت کی ٹھان لی۔ اگر تم بھی مکّہ میں گھٹن محسوس کرتے ہو تو یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دارِ ہجرت میں آزادی سے احکامِ الٰہی پر عمل کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی نعمتوں سے نوازے گا جس کا تصوّر بھی تم نہ کر سکو۔ اللہ تعالیٰ نے استقامتِ دینی کے بعد ابراہیم علیہ السلام پر بے شمار انعامات کئے۔ آپ کو ایسی عظیم المرتبت اولاد عطا کی جو منصبِ نبوّت کی حامل تھی۔

لوط علیہ السلام کا ذکر

لوط علیہ السلام نے جب قوم کو شرک اور غیر فطری فعل سے روکا تو وہ بدکار قوم رکنے کی بجائے آپ کے درپئے آزار ہو گئی اور ڈھٹائی کا مظاہرہ یوں کیا کہ عذاب کی تمنّا بلکہ مطالبہ کر ڈالا لیکن لوط علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بنے رہے اور اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ سے مدد مانگی:

رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ○

"اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔" (العنکبوت:30)

ظالم کون؟

لوط علیہ السلام کی قوم پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ایسا عذاب آیا کہ ان کا نام و نشان اس دنیا سے مٹ گیا۔ ان کے بعد اسی قسم کی سرکشی کی علمبردار اقوام عاد و ثمود کو بھی غارت کر دیا گیا۔ ان تباہ شُدہ اقوام کے بعد سرکش اور مغرور افراد قارون، فرعون اور ہامان کی ہلاکت کی مثال بیان کی اور فرمایا:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظۡلِمَہُمۡ وَلٰکِنۡ کَانُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ۝

"اور اللہ تعالیٰ ان پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔" (العنکبوت:40)

پھر اس ظلم کی بدترین شکل یعنی شرک کی حقیقت کا ذکر کیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۚ اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا ؕ وَاِنَّ اَوۡہَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ○ اِنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ○

Marfat.com

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں' ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بناتی ہے اور بلاشبہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ جانتے! بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جن چیزوں کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں۔" (العنکبوت:41-43)

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح مکڑی کا گھر بے بنیاد ہے' اسی طرح ان لوگوں کا دین بھی بے بنیاد ہے۔ کاش یہ لوگ عقل و شعور سے کام لیتے!

نفسِ انسانی کا سب سے بڑا مسئلہ

ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین پر استقامت لازم ہے مگر انسانی شخصیت کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ حق کو حق جاننے کے بعد انسان اس کے خلاف عمل کرتا ہے اور باطل کو باطل جاننے کے باوجود اس سے بچ نہیں پاتا جیسا کہ غالب نے کہا:

؎ جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس طبیعت کے میلان کے علاج کے لئے استقامت ضروری ہے کیونکہ

اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

"دین پر استقامت اختیار کرنا کرامت سے بلند ہے"

استقامت کا نسخہ

اس لحاظ سے دین پر استقامت کا جو نسخہ عطا کیا گیا ہے' اس کے چار اجزاء ہیں اور وہ سب ایک ہی آیت میں بیان کر دیئے گئے اور یہیں سے قرآنِ مجید کا اکیسواں پارہ شروع ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○

"کتاب میں جو کچھ تمہاری طرف پیغام آیا ہے' اس کی تلاوت کرو۔ اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر سب سے بڑا (عمل) ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو' خدا اسے جانتا ہے۔" (العنکبوت:45)

Marfat.com

پہلی بات یہ کہ کتاب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہاری طرف پیغام بھیجا ہے' اس کو وصول کرو' سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ جب تک پیغام وصول نہیں ہو گا' اس وقت تک اس پر ایمان حاصل نہیں ہو گا۔

جب کلمۂ طیبہ پڑھا' ایمان میں داخل ہو گئے' اب تفصیلی ایمان کے لئے ٹیکسٹ بک حاصل کرنا پڑے گی۔ ایک طالب علم یونیورسٹی میں داخل ہو جائے' اسے رول نمبر مل جائے لیکن نصاب کی کتابیں نہ خریدے اور کلاس میں نہ بیٹھے اور پھر امتحان کی تیاری بھی نہ کرے تو اسے ہم جعلی طالب علم ہی کہیں گے۔ بالکل اسی طرح اگر ایک شخص توحید و رسالت کی شہادت دینے کے بعد اسلام میں داخل تو ہو جائے مگر اس ڈسپلن سے گزرنے کو تیار نہ ہو جس سے اللہ کا دین اسے لامحالہ گزارنا چاہتا ہے' تو ایسا شخص بھی حقیقی مسلمان نہیں بلکہ بناوٹی اور ملاوٹی مسلمان ہو گا۔ آیئے اب نسخۂ استقامت کے اجزاء پر غور کریں:

1- تلاوت

ارشاد فرمایا کہ کتاب کو سمجھ کر اس کی تلاوت کرو اور تلاوت کے ساتھ تدبّر اور تذکّر بھی۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور اس نیت سے کہ اس پر عمل کرنا ہے' اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے اور پوری زندگی کو اس کے رنگ میں رنگنا ہے۔ واضح رہے کہ تلاوت کا لفظی معنی پیروی کرنا ہے۔

2- نماز

نماز قائم کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہر ذہنی کیفیّت کے ساتھ ساتھ جسمانی عمل بھی درکار ہے جو اس ذہنی اور قلبی کیفیّت کو دوام بخشے۔ صرف ایک مرتبہ سوچ لینا کافی نہیں بلکہ دوام لازم ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ رات کو کھڑے ہو کر ٹھہر ٹھہر کر نماز میں تلاوت کرنے کی توفیق عطا کر دے تو اس کا لطف دوچند ہو جائے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجّد کی رکعتیں تو آٹھ ہی ہوا کرتی تھیں لیکن تلاوت بہت طویل ہوتی۔ دورانِ تلاوت میں جب رحمت کی آیات آتی تھیں تو آپ رحمت کی دُعا مانگتے اور جب اللہ کے غضب کی آیات آتی تھیں تو اس کے غضب سے پناہ کے طالب ہوتے اور دُعا اور تلاوت باہم دیگر مدغم ہو جاتیں اور آپ پر اس کیفیت میں اس قدر گریہ طاری ہوتا گویا سینہ مبارک سے چکی کے چلنے یا دیگ کے ابلنے کی آواز آ رہی ہو۔ اور یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر کا وظیفہ رہا۔ اگر اس سے بہتر کوئی عمل ہوتا تو آپ نہ صرف خود وہی کرتے بلکہ صحابہؓ سے بھی وہی کراتے۔ یہی سب سے بڑا عمل ہے اور جتنی روحانیّت اس عمل سے حاصل ہوتی ہے اور کسی عمل سے نہیں ہوتی۔

3- ذکر

اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے' چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اللہ تعالیٰ کو یاد کریں اور یاد رکھیں۔ یہ

Marfat.com

سب سے بڑا عمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر لمحے اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔"

؎ یادِ محبوب فراموش نہ ہووے اے دل
حُسنِ نیّت نے مجھے عشق سی نعمت دی ہے

؎ گوش پیدا کئے سُننے کو ترا ذکر جمال
دیکھنے کو ترے آنکھوں میں بصارت دی ہے

؎ دخل ہے اس کو بہت کچھ مرے تڑپانے میں
وہ جو لذّت ہے ترے نام کے دہرانے میں

4۔ فکر

اس بات کا فکر کہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ ہر وقت ذہن میں اسی کا دھیان اور خیال رہے اور یہ خیال ذہن میں راسخ ہو کہ ہماری ہر ہر حرکت کو وہ دیکھ رہا ہے۔ ہر دم اس کے قرب کا احساس ہو کہ وہ تو ہماری رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے۔ بقول شاعر

؎ شہ رگ تو بہت دور ہے اے جانِ تمنّا!
آ میرے قریں اور قریں اور قریں اور

؎ جب تیرا ذکر چھڑ گیا صبح مہک مہک اُٹھی
جب تیرا غم جگا لیا، شام مچل مچل گئی

؎ نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے، ترے فکر سے، تیری یاد سے، تیرے نام سے

مراقبہ حضوری

اس استقامت کے نسخے کو تصوّف کی اصطلاح میں "مراقبہ حضوری" کہتے ہیں یعنی ہر دم یہ دھیان رکھنا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں اور وہ ہماری طرف رحمت اور پیار محبت کے ساتھ متوجہ ہے۔ اس ناطے سے یہ چاروں کام ہوں گے تو پھر انشاء اللہ اعضاء و جوارح حق کا ساتھ دیں گے۔ پھر طبیعت ادھر نہ آنے کا شکوہ نہیں ہو گا۔ پھر اس کے ہاں سے آنے کو دل نہیں چاہے گا پھر تو دِل چاہے گا کہ

Marfat.com

؎ بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کیے ہوئے

لیکن صرف تصوّرِ جاناں نہیں بلکہ دوران کار میں تصوّرِ جاناں' پنجابی کی ضربُ المثل ہے کہ

؎ دل یار ولے' ہتھ کار ولے

دل بیار' دست بکار

ہاتھ کام کرتے رہیں اور دل اسی کی طرف لگا رہے بقول شاعر:

؎ گفتگو کسی سے ہو تیرا دھیان رہتا ہے
ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے. سلسلۂ تکلم کا

؎ زندگی کا خلاصہ وہی اِک لمحۂ شوق
جو تری یاد میں اے جانِ جہاں گزرا ہے

؎ ان کا ذکر' ان کی تمنّا' ان کی یاد
وقت کتنا قیمتی ہے' آج کل

؎ یاد میں تیری دو عالم کو بھلانا ہے ہمیں
عمر بھر اب کہیں آنا ہے' نہ جانا ہے ہمیں

ان چاروں اعمال کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے ایک خاص محبّت پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کی درگاہ میں حاضر رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے کوچہ سے بتقاضائے بشریّت لوٹ کے آنے پڑے تو دل پہ بوجھ ہوتا ہے:

؎ داغِ وارفتہ کو ہم رات ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

؎ یوں اُٹھے آہ اس گلی سے ہم
جیسے کوئی جہاں سے اُٹھتا ہے

یہی بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ مومن مسجد میں اس طرح سے ہوتا ہے جیسا کہ پانی مچھلی میں اور منافق مسجد میں اس طرح سے ہوتا ہے جیسے قفس میں پرندہ!

استقامت کے اس نسخے کے بعد فرمایا کہ جنگ و جدل سے بچنے کی کوشش کریں۔ اگر مجبوراً کسی موقع پر اس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو تو جدالِ اَحْسَنْ سے کام لیجئے۔

Marfat.com

ایک شُبہے کا ازالہ

اہلِ مکہ کے ایک اور شبے کو زائل کرنے کے لئے فرمایا:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ○

"اے نبیؐ! تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں علم بخشا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔" (العنکبوت:48-49)

نبوّتِ محمدیؐ کا ایک کُھلا ثبوت

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بہت بڑی دلیل ہے۔ آپ پڑھے لکھے نہیں تھے یعنی آپ نے کسی مکتب سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی' بلکہ جس قدر بھی انبیاء گزرے ہیں' سب اُمّیٌ (ناخواندہ) تھے۔ انہوں نے کسی انسان سے یا کسی انسانی ادارے سے کبھی تعلیم نہیں پائی۔ یہ تو بیسویں صدی کے جھوٹے نبی ہوتے ہیں جو پرائمری سکول میں پڑھتے ہیں۔ پھر فیل ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا سٹک ماسٹر ان کو مرغا بناتا اور ان کو ڈنڈے مارتا ہے۔ لیکن خاتم المعصومین علیہ التحیۃ والتسلیم نے کسی ادارے سے تعلیم حاصل نہ کی اور آج آپ کے پاس ایسی کتاب ہے جس کو پڑھ کے لوگ دنگ رہ جاتے ہیں۔ یہ ہر نبی کی شان ہوتی ہے کہ نبوّت سے پہلے ان کی زندگی کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے۔ جونہی نبوّت آتی ہے تو بالکل دوسرا رنگ ہو جاتا ہے۔ اچانک انقلاب آجاتا ہے کیونکہ آپؐ نے اس سے پہلے کسی شخص کو نہ ٹوکا نہ خیر و شر کے مسئلے پر کہیں لیکچر دیا اور نہ توحید و شرک کی بات کی بلکہ آپ نے صرف تجارت کی اور تجارت میں صادق اور امین تھے۔ بلکہ کبھی میدانِ جنگ میں بھی نہ اترے۔ کبھی تلوار چلانا' تیر چلانا بھی نہ سیکھا۔ بس ایک خاموش تاجر! لیکن نبوّت کے فوراً بعد دنیا نے دیکھا کہ وہ شخص جس نے کبھی تین آدمیوں کو بٹھا کے کبھی گفتگو بھی نہیں کی تھی' وہ بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب کرتا ہے۔ وہ انسان جس نے ہاتھ میں کبھی تلوار نہیں پکڑی تھی' وہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا جرنیل ہے۔ آپ نے زندگی میں 83 جنگیں لڑیں اور ان 83 جنگوں میں دونوں طرف سے مسلمانوں اور کُفّار کی طرف سے جو قتل ہوئے' ان کی تعداد 533 ہے یعنی 83 جنگوں میں 533 مقتولین! اور ان سب کے نام بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ کچھ شک و شبہ والی بات نہیں ہے انسانی

Marfat.com

تاریخ میں اتنا پرامن (Bloodless) انقلاب اور اتنی تعداد میں جنگیں اور اتنی کم تعداد مقتولین (casualties) آج تک دیکھنے میں نہیں آئیں اور ایسی ایسی جنگی چالیں چلیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ فتحِ مکّہ کا ایک واقعہ ہی کافی ہے جو تورات میں بھی اشارۃً لکھا ہوا ہے:۔

حضورِ اکرمؐ مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے۔ اب جانا مکّہ مکرمہ کو تھا۔ وہ جنوب میں ہے آپ شمال کو چل پڑے۔ لوگ سمجھے کہ شاید تبوک کی طرف جا رہے ہیں' خیبر کی طرف جا رہے ہیں۔ شمال کی طرف چلے۔ پھر دائیں پھر بائیں پھر ادھر پھر ادھر۔ کسی شخص کو پتا نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدھر جا رہے ہیں' آپ کا دس ہزار کا لشکر کہاں جا رہا ہے۔ اور اچانک لوگوں کو پتا چلا کہ مکّہ مکرمہ پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے وہاں پہنچ کر ایک حکم صادر فرمایا کہ دیکھو کوئی شخص کسی دوسرے سے کھانا نہ مانگے بلکہ الگ الگ اپنا کھانا خود پکاؤ۔ جبکہ پہلے ایک باورچی کھانا پکاتا تھا' تین سو آدمی کھاتے تھے۔ اب جہاں ایک چولہا جلتا تھا' وہاں تین سو چولہے جلے۔ لوگوں نے اسی سے اندازہ کیا کہ اتنے چولہے جلے ہیں تو اتنا بڑا لشکر بھی ہو گا۔ اب دس ہزار چولہے دیکھ کر اہلِ مکّہ کا پتا پانی ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ اب تو لڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہتھیار ڈال دیئے اور یوں مکہ بغیر جنگ کے فتح ہو گیا۔ اس جنگ میں انسان سے محبّت ہے کہ انسان کی جان ضائع نہ ہو۔ وہ شخص جس نے کہ فن سپہ گری میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ وہ آج انسانی تاریخ کا سب سے بڑا جرنیل نظر آتا ہے۔ اور پھر ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص میدان میں کہتا ہے' محمدؐ! ساری دنیا کو لڑاتے پھرتے ہو' بہادر ہو تو خود میرے مقابلے میں آؤ۔ میں کسی اور سے نہیں لڑنا چاہتا ہوں۔ صرف تم سے لڑنا چاہتا ہوں۔ تو آپ نے صحابہؓ سے کہا کہ ہٹ جاؤ' اس کو میرے پاس آنے دو۔ اور اس نے حضورؐ پر حملہ کیا۔ آپ نے صرف نیزہ آگے کیا اور نیزہ اس کو ہلکا سا چبھا اور اس کو اتنا درد ہوا کہ وہ چیخ چیخ کر مر گیا۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ یہ نیزے سے نہیں مرا بلکہ کسی اور چیز سے مرا ہے۔ اسی طرح ساری زندگی میں کبھی آپ نے کشتی کا فن نہیں سیکھا۔ جزیرۂ عرب میں ایک پہلوان نے کہا: ہمیں صرف کشتی آتی ہے' ہم کسی اور چیز کو نہیں جانتے۔ جو ہمیں کشتی میں ہرا لے گا' ہم اس کے مرید ہیں۔ آپ نبیؐ ہیں تو مجھے کشتی میں ہرا دیں۔ اب ہے نا یہ بچوں والی بات! بھلا نبوّت کہاں اور پہلوانی کہاں۔ آپ نے کہا اچھا کوئی بات نہیں۔ ہم کشتی لڑ لیتے ہیں۔ آپ میدان میں آ گئے اور وہ جب قریب آیا تو آپ نے اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اس کو یقین نہیں آیا۔ اس نے کہا نہیں نہیں' ابھی نہیں۔ میں پھر لڑوں گا۔ ایک سیکنڈ میں آپ نے اس کو پھر زمین پر پٹخا۔ چاروں شانے چت! دوسری مرتبہ ذرا زور سے اٹھا کر پٹخا تو وہ کہ رہا تھا **اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ** اب یہ کیا ہے کہ نبوت سے پہلے ان میں سے کوئی چیز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں نظر نہیں آتی اور نہ ماحول ایسا ہے کہ معاشرہ ایسی شخصیت کو جنم دے۔

آپؐ انٹرنیشنل لاء کے بانی ہیں

انٹرنیشنل لاء کو سب سے پہلے مرتب کرنے والے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ انسانی تاریخ شاہد

Marfat.com

ہے کہ اس سے پہلے جنگل کا قانون تھا اور یہ بات مسلم تھی کہ فاتح کو حق ہے کہ وہ عورتوں کو لونڈیاں اور مردوں کو غلام بنالے' جس کو چاہیں قتل کرلیں۔ جتنا چاہیں مال لوٹ لیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بین الاقوامی قانون دیا کہ جب جنگ کرو تو بوڑھوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا' جو شخص عبادت گاہ میں عبادت کر رہا ہے' اس پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ درختوں' فصلوں کو برباد نہیں کرنا اور یہ چیلنج ہے کہ آپؐ سے پہلے یہ اقوال آپ کو ہرگز نہ ملیں گے اور ایسا یقیناً ممکن نہیں تو پھر ایمانداری کے ساتھ غور کریں کہ خطابت' علم' حکمت اور فراست یہ سب چیزیں یکایک کیسے آگئیں؟ بغیر کسی پس منظر(Back ground) کے! تو یہ کھلی کھلی اور روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جنہیں علم بخشا گیا ہے۔ اور جو اس کے باوجود ان واضح آیتوں سے انکار کرتے ہیں' وہ ظالم ہیں۔

اہل ایمان کے لئے ہجرت کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ○
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۡ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۠ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

"اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹ کر لائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں' ان کو ہم جنّت کی بلند و بالا عمارتوں میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی عمدہ اجر ملے گا عمل کرنے والوں کے لئے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔"
(العنکبوت:56-60)

حق کے مقابلے میں جو چیز انسان کو عام طور پر پریشان کرتی ہے' وہ یہ ہے کہ میں حق کا ساتھ تو دوں لیکن حالات' بچوں کا مستقبل' رزق' فلاں فلاں چیزیں' فلاں فلاں مسئلے اور مشکلات آڑے آجاتی ہیں جس کی وجہ سے انسان کمزور پڑ جاتا ہے۔ اپنی جان' مال' بچوں کی محبت اور رزق کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں ملازمت ہی نہ چھوٹ

جائے' تجارت میں فرق نہ آجائے۔ یہ سب باتیں انسان کو چاروں شانے چت گرا دیتی ہیں اور انسان حق کی بجائے جھوٹ' اور باطل کا ساتھ دیتا ہے۔ یہاں اس کا حل مذکور ہے کہ اگر ایک جگہ رہتے ہوئے تمہیں دشواریاں پیش آتی ہیں تو میری زمین بہت وسیع ہے تم میرے دین کی خاطر کہیں ہجرت کر جاؤ لیکن دین کو نہ چھوڑو کیونکہ وقت تو گزر جائے گا اور زندگی ختم ہو گی اور موت آکر رہے گی اور موت کے بعد کا وقت بہت سخت ہے۔ اگر تم نے زندگی اس ڈھب سے گزاری کہ حق کو نہ چھوڑا تو پھر جنّت کے باغات اور محلاّت میں تمہیں ٹھہرائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں یہ کھٹکا بھی نہ ہو گا کہ میرا مکان' میری ملازمت' میرا مال یا میری نعمتیں چھن جائیں گی بلکہ تم ہمیشہ وہاں رہو گے۔ ایک مرتبہ جو نعمت مل جائے گی' وہ ہمیشہ رہے گی۔ موت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی لیکن اس دنیا اور آخرت میں بہتر انجام ان لوگوں کا ہے جن میں دو صفتیں ہوں صبر اور توکّل۔ صبر حق کے راستے میں ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنے اور حق پر جمے رہنے کا نام ہے اور توکل یہ ہے کہ اللہ پر مکمل بھروسا کیا جائے کیونکہ جب ہم اسباب اختیار کرتے ہیں تو اسباب پر بھروسا نہیں کرتے بلکہ اسباب کو پیدا کرنے والے پر بھروسا کرتے ہیں اور پھر کہا کہ جانوروں کو غور سے دیکھو۔ پرندے صبح گھر سے نکلتے ہیں۔ اپنا رزق اور توشہ دان ساتھ اٹھا کر نہیں چلتے ہیں۔ خالی پیٹ نکلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں رزق دے دیتا ہے۔ اگر تم اللہ پر بھروسا کرو تو اللہ تمہاری بے قدری نہیں کرے گا۔

دُنیوی زندگی کی حقیقت

دنیا کی زندگی بڑی عارضی اور ناپائیدار چیز ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ

"اور یہ (چند روزہ) زندگی صرف ایک غفلت اور کھیل کا سامان ہے اور اُخروی زندگی کا گھر ہی درحقیقت اصل زندگی کا گھر کہلا سکتا ہے۔ کاش کہ لوگ جانتے ہوتے۔" (العنکبوت:64)

یعنی یہ زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے یعنی ڈرامہ ہے۔ اس کے دوران میں کوئی بادشاہ کا بہروپ بھرتا ہے اور کوئی وزیر کا۔ لیکن ہوتا سب کچھ وہی ہے جو ہدایت کار چاہے۔ ڈرامے کے اختتام پر پوشاک' تاج وغیرہ سب چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اس دنیا کی کیفیّت صرف اتنی سی ہے کہ عام تھیٹر کا ڈرامہ ذرا مختصر ہوتا ہے اور موجودہ دنیا طویل دورانیئے کا ڈرامہ ہے۔ اس میں اگرچہ وقت زیادہ لگتا ہے' لیکن موت کے ایک ہی جھٹکے سے پتا چلتا ہے کہ کھیل ختم ہو گیا ہے اور جب قبر میں اتارا جاتا ہے تو ایک بادشاہ اور ایک عام آدمی میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔

ے ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

Marfat.com

کیجئے کیا اور شرحِ زندگی
کچھ سحر، کچھ دوپہر، کچھ شام ہے

کوئی سوتا ہو جیسے ڈوبتی کشتی کے تختے پر
اگر کچھ ہے تو بس اتنی سی دنیا کی حقیقت ہے

اہل مکّہ کی نصیحت کے لئے ذکر کیا کہ حرم کو ہم نے امن و آتشی کا گہوارہ بنایا ہے۔ بایں ہمہ جو حق کا منکر ہے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ ہاں! اہلِ ایمان پر ہمارے مسلسل احسان ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

الروم

نام

پہلی آیت میں غُلِبَتِ الرُّوْم سے اس سورۃ کا علامتی نام اخذ کیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول

یہ سورۃ بھی ہجرتِ حبشہ ہی کے زمانے میں نازل ہوئی۔

پس منظر

اس سورۃ کی ابتدائی آیات قرآنِ مجید کے مُنَزَّلٌ مِّنَ اللہ (اللہ کی طرف سے نازل شُدہ) ہونے اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر واضح دلیل ہیں۔ اس سلسلہ مضامین سے قبل اس سورۃ میں مذکور واقعے کا تاریخی پس منظر جاننا ازحد ضروری ہے۔

نبوّت سے چند سال قبل روم میں بغاوت ہوئی۔ قیصرِ روم ماریس (Mauric) کی جگہ فوکاس (Phocas) نامی ایک شخص تخت نشین ہوا اور اس نے ماریس کے بیٹوں کو باپ کی موجودگی میں قتل کر دیا۔ پھر ماریس کو قتل کرا کے اس کا سر قسطنطنیہ میں لٹکوا دیا۔ بعد ازاں اس کی بیوی اور بیٹیوں کو بھی قتل کر کے اس خاندان کا نام و نشان مٹا ڈالا۔

ان دنوں فارس (ایران) پر خسرو پرویز حکمران تھا جس پر ماریس کے بے حد احسانات تھے اور اسی باعث پرویز ماریس کو باپ کہتا تھا۔ فوکاس کی اس بربریّت اور سفّاکی پر پرویز نے فوکاس کے خلاف جنگ کا فیصلہ کر لیا اور روم کو فتح کر لیا۔ فتحِ روم کے بعد پرویز نے فوکاس کو گرفتار کر کے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو فوکاس نے ماریس کے ساتھ کیا تھا۔ اس جنگ میں یہود نے مکمل طور پر اور نصرانیوں میں سے نسطُوری اور یعقوبی فرقوں نے بھی پرویز کا ساتھ دیا۔ فارسی فوجوں نے فتحِ روم کے بعد پیش قدمی جاری رکھی اور اردن، فلسطین اور صحرائے سینا کے علاقوں سے ہوتے ہوئے مصر کی حدود تک جا پہنچیں۔

جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو اہلِ مکّہ نے کہا کہ آتش پرست ایرانی غلبہ حاصل کر رہے ہیں جبکہ اللہ کی توحید کے قائل عیسائی ذِلّت و رسوائی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہم عرب بُت پرست بھی ان مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دیں گے۔ قرآنِ مجید ایسے کڑے اور نازک حالات میں پیش گوئی کر رہا ہے جو اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے کہ اس مغلوبیّت کے بعد غلبہ اور اقتدار جلد رومیوں کو واپس مل جائے گا۔ ان آیات کے نزول کے وقت کُفّارِ مکّہ نے خُوب مذاق اُڑایا۔ اس پر اُبَیّ بن خلف نے سیدنا ابوبکرؓ سے شرط باندھ لی۔ یہ طے ہوا کہ

Marfat.com

اگر تین سال کے اندر رومی غالب آگئے تو شرط ابوبکرؓ کے حق میں ہوگی۔ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتا چلا تو آپ نے فرمایا کہ لفظ "بِضع" کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔ اس شرط میں یوں ترمیم کرلو کہ دس سال کے اندر اندر غلبہ رومیوں کو حاصل ہوگا اور شرط کے اونٹوں کی تعداد سو ہوگی۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد دوسرے ہی سال ہرقل نے حملے کا آغاز کیا۔ آرمینیا کے راستے آذربائی جان میں داخل ہو کر روسیاہ کو تباہ کیا اور فارسی آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ادھر اسی سال معرکۂ بدر میں کُفّارِ مکّہ کو ذِلّت و رسوائی کے داغ چاٹنے پڑے۔ گویا ایک ہی دور میں دو پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ قرآنِ مجید کی اس پیش گوئی کے پورے ہونے پر اُبَیّ بن خلف کے ورثاء نے 100 اونٹ دے کر اس شرط کو پورا کیا۔ اس دور میں شرط کی حرمت کے احکام نازل ہو چکے تھے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سارے اونٹ صدقہ کردینے کا حکم دیا۔

مضامین

سورۃ کا آغاز رومیوں کی مغلوبیّت اور پھر ان کے غلبے کی پیش گوئی کے ساتھ ہے۔ اس میں انسان کو یہ بتایا گیا کہ "آدمی غلط اندازہ لگاتا ہے اور پھر اپنی ظاہری زندگی میں ان اندازوں پر اس قدر اعتماد کرلیتا ہے کہ پوری زندگی داؤ پر لگانے کو تیار ہو جاتا ہے"۔ یہ سب کچھ عقیدۂ آخرت سے لاتعلقی کا نتیجہ ہے جبکہ انسانی زندگی کا قبلہ درست رکھنے کے لئے عقیدۂ آخرت کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے بعد فطری دین یعنی توحید کا ذکر ہے جس میں شرک کا بطلان ازخود ہو رہا ہے۔ کیونکہ شرک فطرتِ سلیمہ کے برعکس ہے اور موجودہ دور کی دو قومیں اسی شرک کے باعث باہم جنگ و جدال کا شکار ہیں۔

اواخر سورۃ میں بارش کی تمثیل کا ذکر کرکے بتایا کہ جس طرح بارش کے بعد زمین پر آثارِ حیات نمایاں ہوتے ہیں اور ہر سُو سبزہ لہلہانے لگتا ہے، اسی طرح جب زمین پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو انسانیت کی خفیہ صلاحیتیں بے نقاب ہو کر ہر سُو نیکی اور خیر پھیلاتی ہیں۔ اس لئے اس ابرِ رحمت کے حصول کے لئے دورِ جاہلیت کے اعمال سے توبہ کرلینی چاہئے کیونکہ موت کے بعد اس کی تلافی ممکن نہیں۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں ایمان، اعمالِ صالحہ، صبر، مسکین و یتیم اور اہلِ قرابت کے حقوق کی ادائیگی کی وضاحت کے ساتھ کفریہ اور باطل اعمال سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝
فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝
فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ
یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝
وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

"الف۔لام۔ میم' رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے' اللہ ہی کا اختیار ہے۔ پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہو گا جب اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ زبردست اور رحیم ہے۔ یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے اور وہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔" (الروم:1-6)

غلبۂ روم اور غلبۂ اسلام کے بیک وقت ہونے کی دو معجزاتی پیش گوئیاں

قریش نے اس پیش گوئی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض لوگوں سے شرط بد گئی تھی کہ اگر نو سال کے اندر اندر جیسا کہ آیت میں تھا' ایران کو شکست نہ ہوئی تو ابوبکرؓ شرط ہار جائیں گے۔ نو سال کے اندر اندر رومی بھی جاگے اور انہوں نے نہ صرف ایران کو پسپا کیا بلکہ روند ڈالا اور یہ وہی سال تھا جب غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی بھی فتح ہوئی۔ یوں دونوں پیش گوئیاں بیک وقت پوری ہو گئیں اور یہ قرآنِ مجید کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

آخرت پہ دلائل

یہاں سے آخرت کا موضوع شروع ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ آخرت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس پہ ایمان لانا آسان نہیں لگتا۔ دل چاہتا ہے کہ یہیں کھائیں اور پئیں' بوڑھے ہوں اور

Marfat.com

مٹی کی خوراک بن جائیں' کہیں بھی جوابدہی نہ ہو اور اپنے اعمال کا حساب نہ دینا پڑے۔

قرآنِ مجید میں آخرت کے متعلق بے پناہ دلائل ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

"انہوں نے اپنے اندر جھانک کر نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے' وہ حق کے ساتھ پیدا کیا اور ایک مقررہ مدت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔" (الروم:7)

انسان کی امتیازی خصوصیات اور عقیدۂ آخرت

انسان کے اندر تین امتیازی خصوصیات ہیں:

ایک تو یہ کہ اس کو اس دنیا کے اندر تسخیر و تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا کہ انسان کو اس دنیا کے اندر پیدا کیا گیا کیونکہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے انسان کے لئے پیدا کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آزادی فکر و عمل اور ارادے کی صلاحیت بخشی ہے۔

اور تیسری چیز یہ کہ اس کو اخلاقی حس بھی عطا کر دی۔ اس کے اندر ایک پہریدار بٹھا دیا جو اسے اچھے اور برے کی تمیز بتاتا ہے۔

ان تینوں باتوں کو باہم ملا کر سوچا جائے تو پتا چلتا ہے کہ محاسبہ ضروری ہے۔ اتنے زیادہ اختیارات دینے اور اخلاقی حس عطا کرنے کے بعد انبیاء اور ہدایت کرنے والے بھی بھیج دیئے۔ اب ظاہر ہے کہ اس بات کا محاسبہ ضرور ہو گا کہ ان سارے اختیارات کو اخلاقی حس اور انبیاء کی تعلیمات کے مطابق کام میں لائے یا نہیں۔

کائنات کے غیر دائمی ہونے پہ حرکیاتِ حرارہ کے دوسرے قانون کی حتمی دلیل

دوسری دلیل یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "ہم نے انسان کو ایک مقررہ میعاد تک کے لئے پیدا کیا۔" فلسفے میں سینکڑوں سال یہ بحث رہی کہ موجودہ کائنات ازلی اور ابدی ہے یا کچھ عرصے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس میدان میں یہ بحث شاید صدیوں جاری رہتی لیکن موجودہ دور کی سائنس نے اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ خصوصاً حرکیاتِ حرارہ کے دوسرے قانون نے یہ بات طے کر دی کہ یہ کائنات ایک مقررہ وقت میں پہلے پیدا کی گئی اور اس کو آخر میں لازماً ختم ہو جانا ہے۔

Marfat.com

عدلِ کامل صرف آخرت میں ممکن ہے

یہ طے ہے کہ اس دنیا کو ختم ہونا ہے اور اس کی جگہ نئی کائنات کا ظہور ہونا ہے اور یہ بھی طے ہے کہ یہ دنیا دارُالجزاء نہیں بلکہ دارُالعمل ہے اور نہ یہاں عدل ممکن ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک صاحب قتل کرتے ہیں' عدالت اسے سزائے موت دیتی ہے۔ دوسرے شخص نے اگر سو قتل کئے ہیں تو اسے بھی فقط ایک ہی سزائے موت دی جائے گی۔ حالانکہ اصل سزا تو یہ تھی کہ جس شخص نے سو مرتبہ قتل کیا تھا' اسے اتنی ہی مرتبہ زندہ کیا جاتا' اتنی ہی مرتبہ قتل کا مزا چکھایا جاتا لیکن دنیا میں یہ ممکن نہیں تھا اور نہ ہے۔ یہ آخرت ہی میں ہو سکے گا۔

اس واضح دلیل کے باوجود کچھ لوگ آخرت کے وجود اور اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس کائنات میں گھومنے اور اقوامِ سابقہ کے احوال کے مشاہدے کا حکم دیا اور بتایا کہ ان ہلاک شُدگان کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے مگر ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ کفر و انکار پر اَڑے رہے اور ان کے اسی ظلم کے باعث ان کو نیست و نابود کر دیا گیا اور یہ ہلاکت احکامِ الٰہی کا مذاق اڑانے کے باعث ہوئی۔

حشر کے میدان میں انسان کی رسوائی کا باعث

اللہ تعالیٰ کی کارسازی کے ذکر میں اس کائنات کے آغاز کا ذکر ہے اور اس کے منکروں کے لئے قیامت کے دن ذِلّت و رسوائی کا ذکر ہے کہ اس روز ان کا دنیوی جاہ و جلال اور عزّت و وقار کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ○

"ان کے (من گھڑت) شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہو گا۔ اور وہ اپنے شریکوں سے بیزار ہو جائیں گے۔" (الروم:13)

مشرکین کو شرک کے باعث عذابِ جہنّم میں جھونک دیا جائے گا جب کہ ان کے مقابل اہلِ ایمان کی عزّت و تکریم کی جائے گی اور وہ جنّت کے باغات میں خوش ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں صبح و شام وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد کرتے تھے۔

دلائلِ توحید

اس ذکر کے ساتھ ہی توحید کے موضوع پر دلائل کا سلسلہ ہے۔ آغاز میں ذکر ہو چکا کہ کُفّارِ مکّہ نے رومیوں کی مغلوبیت کو اللہ کے وجود کے انکار پر بطورِ دلیل پیش کیا تھا۔ یہاں اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا ایک طویل ذکر ہے۔ جس کا اجمالی خاکہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے۔ اس نے انسان کو

Marfat.com

ابتداءً مٹی سے پیدا کیا اور پھر اسی کے وجود سے اس کا "زوج" (جوڑا) بنا کر اس کے لئے محبت و سکون کا سامان بہم پہنچایا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط

"اس نے تمہارے درمیان محبّت اور رحمت کو پیدا کیا۔" (الروم:21)

اس کے بعد اسی سورۂ روم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ایک نشانی بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ

"ہم نے تمہارے درمیان دوستی اور رحمت کی کیفیّت کو پیدا کیا ہے۔" اور تمہارے درمیان زبان' رنگ اور ثقافت کا اتنا تفرقہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پر ایک دنیا ہے۔ ذرا غور کریں کہ ایک فیکٹری جب کوئی پراڈکٹ بناتی ہے تو ایک برانڈ اور ایک ہی طرح کی ہزاروں چیزیں بن جاتی ہیں۔ لیکن خالقِ کائنات نے ایک چیز بنائی ہے تو دوسری اس سے نہیں ملتی' ایک درخت کا پتا دوسرے درخت کے پتے سے نہیں ملتا۔ اتنی زیادہ اور بڑی ورائٹی کے لئے تو اسی احسنُ الخالقین کی حکمت چاہیے۔ پھر زمین و آسمان کی تخلیق اور زبان اور نسل کے اعتبار سے اختلاف' رات اور دن کے فوائد و ثمرات' آسمان سے پانی کا برسانا اور اس کے ذریعے سے دُنیوی حیات کی بقاء کے اسباب مہیا کرنا وغیرہ پر غور کی دعوت دے کر فرمایا کہ وہی ہستی یہ سب کچھ کر سکتی ہے۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ط

"اور وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے' پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا' اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔" (الروم:27)

شرک کی تردید کے لئے ایک مثال

گویا کارخانہ عالم اللہ کی قدرت کا مظہر ہے اور وہ اپنی قدرت کے ذریعے سے تم کو مٹا کر دوبارہ پیدا کرنے پر بہت قادر ہے۔ اور پھر ایک سادہ سی مثال بیان کر کے شرک کی قباحت واضح کی۔ خلاصہ یہ کہ تم اپنے لونڈی غلام کے بارے میں یہ گوارا نہیں کرتے کہ وہ تمہارے کسی حکم میں کسی اور کو ترجیح دیں بلکہ تم ان پر عارضی ملکیت کے باعث مکمل اختیار کے خواہاں ہو۔ بھلا اللہ تعالیٰ جو سچّا مالک ہے' وہ کیسے گوارا کرے گا کہ اس کے حکم میں کسی کو شریک کیا جائے؟

اس لئے اِرشاد ہوا:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ط

"تم یکسو ہو کر اللہ کے دین پر سیدھے چلتے رہو۔" (الروم:30)

اور اس کی مزید تشریح یہ کہ

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

"اُسی کی طرف رجوع کرو۔ اسی سے ڈرتے رہو' نماز پڑھتے رہو' اور مشرکوں میں سے نہ ہونا۔"

(الروم:31)

؎ خیالِ غیر سے نفرت' دلِ عاشق کو لازم ہے
محبت ان کی کہتی ہے کہ ترکِ ماسوا کر دوں

مشرکین کی ایک خاص صفت کہ وہ فرقہ واریّت کے علمبردار ہوتے ہیں

اس آیت میں "دینِ حنیف" کی وضاحت کے بعد نماز پڑھنے والوں کو خاص طور پر وصیّت کی کہ

"مشرکوں میں نہ ہونا"

قرآنی انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کو خاص طور پر یہ کہنا اس لئے ہے کہ شیطان ان لوگوں پر زیادہ حملہ آور ہوتا ہے جو نیکی کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور اسی طرح فرمایا کہ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

"اور نہ ان لوگوں میں سے ہونا کہ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے۔ سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔" (الروم:32)

گویا شیطان نماز قائم کرنے والوں کو ٹکڑوں میں بانٹ کر دنیا میں اہلِ دین کو بدنام کرانا چاہتا ہے' اس لئے اہلِ دین کو یہ دونوں نصیحتیں خاص طور پر کیں اور اس دور میں آپ غور کریں کہ شیطان نے نمازیوں ہی کو تقسیم در تقسیم کے چکر میں ڈالا ہوا ہے۔ اس آیت میں ایک نہایت اہم بات کی طرف اشارہ ہے اور وہ تفرقہ کا اصل سبب ہے کہ جو لوگ فرقہ فرقہ بنتے ہیں اور فرقہ واریّت کا پرچار اس دھوم دھڑکے سے کرتے ہیں کہ دین کی بنیادی دعوت بھی اس میں دب کر رہ جاتی ہے' ایسے لوگ دراصل مشرک ہیں۔ ان لوگوں کی خصوصی علامت یہ ہوتی ہے کہ یہ فروعی اور فرقہ وارانہ مسائل کو جو دراصل زیادہ تر غیر حقیقی بلکہ شکلی مسائل ہیں' دین کی اصل دعوت سے بھی زیادہ اہمیت دے دیتے ہیں اور یہی بات تفرقہ و انتشار کا سبب بنتی ہے۔

اس بارے میں ایک اہم بات ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے' وہ یہ کہ اہلِ توحید کا تو ایک ہی راستہ ہوتا ہے: ایک اللہ کی عبادت' ایک رسولؐ کا اتباع' بس ایک ہی صراطِ مستقیم جو جنّت تک جانے کا ایک ہی انتہائی مختصر راستہ ہے۔ اس کے برعکس اہلِ شرک کو ایک اللہ کی عبادت کے علاوہ دیگر کئی معبودوں کے لئے گنجائش رکھنا پڑتی ہے۔ اس طرح

سے ایک راستہ اختیار کرنے کی بجائے انہیں "کئی راستے" اختیار کرنا پڑتے ہیں اور یہی بات کئی فرقوں کی پیدائش کا باعث بن جاتی ہے۔

مالی حقوق کی ادائیگی کا حکم

دین داری کے ذکر کے ساتھ ساتھ دُنیوی ضروریات کی تکمیل کے لئے دن رات سرگرداں رہنے والے انسان کو فرمایا جو روزی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے:

اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰہِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہے' رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے' تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اہلِ قرابت' محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔ جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں' ان کے لئے یہ بہتر ہے اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔" (الروم: 37-38)

قومی معیشت پہ اثر

ان آیات میں حقوقِ مالیہ کی ادائیگی کا حکم ہے کیونکہ جب تک مال گردش میں رہتا ہے' معاشرہ خوشحال ہوتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سا مال ایسا ہوتا ہے جسے بینک میں رکھنا پڑتا ہے۔ کچھ مال ایسا ہوتا ہے جو زیورات کی شکل میں رکھنا پڑتا ہے۔ یہ مال مردہ Dead Property ہے۔ وہ مال جو کہ تجارت پہ نہیں لگایا جاتا' (Invest) نہیں کیا جاتا' جو معاشرے کے اندر ایسے گردش نہیں کرتا جیسے انسانی جسم میں خون گردش کرتا ہے تو یہ مال مردہ ہوتا ہے۔ اسلام اس مالِ مردہ کا دشمن ہے۔ اسی لئے حکم دیا کہ اپنے مال میں سے اڑھائی فیصد سالانہ زکوٰۃ دو۔ اب جو شخص اڑھائی فیصد زکوٰۃ دے گا' کس میں سے دے گا؟ اسی مالِ مردہ میں سے کیونکہ یہ مال اس کے پاس بے کار پڑا ہوتا ہے اور درحقیقت انسان کے جرائم کا اصل سبب یہی مالِ مردہ ہے۔ جوا اسی مال سے کھیلا جاتا ہے۔ رشوت' نشہ' شراب نوشی گویا تمام خرابیوں کی جڑ یہی مردہ مال ہوتا ہے جو بیکار رکھا رہتا ہے۔ اسلام اس مال کو کم سے کم کرنا چاہتا ہے۔ ایک شخص اپنے کارخانہ' کاروبار' جائیداد' دوکان غرض جو اس کے پاس ہے' اس میں سے زکوٰۃ دیتا ہے۔ اب جب یہ مال غریب کے ہاتھ میں جائے گا تو غریب اس سے ضرورت کی چیزیں خریدے گا۔ اناج' کپڑے'

Marfat.com

جوتے' دوا وغیرہ۔ تو اب یہ مال زندہ ہو گیا اور پھر یہ مال اسی دوکان پر پہنچ جائے گا جہاں سے بطور زکوٰۃ نکالا گیا تھا مگر غریب کو نفع پہنچا کر۔ لیکن دیکھئے کہ مالِ مردہ کم ہوتا چلا گیا اور زندہ مال بڑھ گیا۔ معاشیات کا اصول یہ ہے کہ جس معاشرے میں مردہ مال کم سے کم اور زندہ مال زیادہ سے زیادہ ہو گا' اس کی معیشت میں ترقّی اسی تیزی سے آئے گی۔ اس کو قرآن مجید نے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ تعبیر کیا۔ گویا مال کی گردش اتنی تیز ہونی چاہئے۔ بارانِ رحمت کی طرح کہ غریب اور امیر کا فرق نہ ہو۔

زکوٰۃ اور سود کی تاثیر کا موازنہ

ماہرینِ معاشیات سمجھتے ہیں کہ جو زکوٰۃ کی تاثیر (Activity) اور عمل ہے' سود کا عمل اس کے برعکس ہے۔ سود مالِ زندہ کو کم سے کم تر اور مالِ مردہ کو زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ کیونکہ جس شخص نے سود دینا ہوتا ہے' وہ اپنی جائیداد اور کاروبار سے پیسہ نکال کر مہاجن کو دیتا ہے۔ اور مہاجن اس مال کو تجوری میں جمع کرتا ہے۔ تو مالِ زندہ معاشرے سے نکلا اور مہاجن کی تجوری میں چلا گیا جس سے مردہ مال بڑھتا گیا اور زندہ مال کم ہو گیا۔ نتیجۃً ملک کی معیشت مسلسل خسارے میں چلی جاتی ہے۔ اور اسی کو قرآن نے یوں تعبیر کیا:

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○

"اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو' اس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دگنا اور سہ گنا کرنے والے ہیں۔" (الروم:39)

اس فلسفے کے بعد کفر کے وبال کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں بندوں کو داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور آخرت میں بازپُرس کی حقیقت واضح فرماتے ہیں۔

مجرم حشر کے میدان میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ○

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

إِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ
بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ○
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ○

"اور جب ساعت برپا ہوگی یعنی قیامت کی گھڑی جب آجائے گی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں بھی دھوکا کھایا کرتے تھے۔ مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کئے گئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تو تم روزِ حشر تک پڑے رہے ہو۔ سو یہ وہی روز حشر ہے لیکن تم جانتے نہ تھے۔ پس یہ دن ہو گا جس میں ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی۔ اور نہ ان سے معافی مانگنے کے لئے کہا جائے گا۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ' جن لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا ہے' وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو۔ اس طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔ پس اے نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم!) صبر کرو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچّا ہے۔ اور وہ لوگ آپ کو ہرگز ہلکا نہ پائیں جو یقین نہیں لاتے۔" (الروم:55-60)

قیامت کے روز یہ منظر ہو گا کہ اللہ کے سامنے مجرم لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہم تو دنیا میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہے۔ یہ نہیں کہ وہ اللہ کے سامنے جھوٹ بول رہے ہوں گے یا جھوٹی قسمیں کھا رہے ہوں گے۔ بلکہ دنیا کی زندگی' عیش و آرام اور ساری آسائشیں وہاں خواب ہو کر رہ جائیں گی۔ اور زندگی کے ساٹھ' ستّر' اسّی' نوّے سال انہیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نظر نہیں آئیں گے۔

ساز ہستی کی صدا غور سے سن
کیوں ہے یہ شور بپا غور سے سن

دن کے ہنگاموں کو بیکار نہ جان
شب کے پردوں میں ہے کیا؟ غور سے سن

چڑھتے سورج کی ادا کو پہچان
ڈوبتے دن کی ندا غور سے سن

Marfat.com

اکثر اہلِ شرک' شرک کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر شرک کرتے ہیں

ایک اور بات وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ دنیا میں انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا: -

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ○

"اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے ہم مشرک نہ تھے۔"

وہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم سے اور گناہ یقیناً ہوئے مگر ہم نے شرک کبھی نہیں کیا۔ کیونکہ جس قدر شرک انہوں نے زندگی بھر میں کیا' وہ اس کو شرک سمجھتے ہی نہ تھے۔ اس جہالت کے باعث انہیں آخرت میں ندامت نہ ہوگی۔ بلکہ اس کو عین توحید سمجھتے رہے اور یہ بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب وہاں بازپرس ہوگی۔ اور پھر فرمایا کہ دیکھو صبر کرو اور کوئی ایسا عمل نہ کرنا کہ بے ایمان لوگوں کے سامنے تم ہلکے پڑ جاؤ یا تمہاری شخصیت بے وزن ہو جائے۔ بلکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان نہیں ہے' وہ اپنے آپ کو تمہارے سامنے ہلکا اور بے وزن محسوس کریں۔

Marfat.com

لقمان

نام

سیدنا لقمان کی نصیحتوں کا تذکرہ اس سورۃ میں ہے۔ اسی مناسبت سے لقمان نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

اس سورۃ کا نزول اس دور میں ہوا جو مکّہ میں مسلمانوں پر مصائب کا دور تھا اور والدین کے حقوق کے حوالے سے نوجوانوں کو دینِ اسلام سے روکنے کی سازش تیار کی گئی تھی۔ اس سورۃ میں بتایا گیا کہ والدین کے سارے حقوق ادا کرنا مومن پر لازم ہے مگر والدین کے حکم پر شرک نہیں اپنایا جا سکتا۔

مضامین

توحید کی سچائی اور معقولیت، شرک کی نامعقولیت و لغویت کے ذکر کے بعد آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے روکا گیا اور ان تعلیمات پر غور و تدبر کی دعوت دی گئی جو محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قدیم فلسفی سیدنا لقمان کے اقوال کا ذکر کیا گیا کیونکہ واقعاتِ گزشتہ اور ضربُ الامثال بات کی وضاحت میں مفید کردار ادا کرتے ہیں۔ اور اس دور میں لقمان کی حکمت و دانش کا ذکر اس دور کے شعراء و خطباء کے ہاں مروج بھی تھا۔

اخلاقیات کے ضمن میں اقامتِ صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، صبر و شکر، اعمالِ صالحہ اور اطاعت والدین کا ذکر ہے جبکہ تکبر، شرک، کفر، گمراہی اور دین کے استہزاء سے رکنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ
هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

''یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ جو نماز کی پابندی کرتے' زکوٰۃ ادا کرتے اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔'' (لقمان:1-5)

نیکو کار کون؟

سورۃ کا آغاز قرآنِ مجید کی عظمت اور ثمرات کے ذکر کے ساتھ ہے کہ یہ کتاب صرف نیکو کاروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ نیکو کار کون ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ نیکو کار ایک مافوقُ الفطرت قسم کا انسان ہوتا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا حالانکہ نیکو کار سے مراد وہ شخص ہے کہ جو نیکی کے کاموں کا عزم کرلے اور اس کے مختلف درجات ہیں:

1- ایک کافر کی نیکی یہ ہے کہ وہ ہدایت کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ضرور ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔

2- ایمان کی قبولیت کے بعد نیکی یہ ہے کہ آدمی ارکان اسلام پر کاربند ہو جائے۔

3- اور پھر ہر لحہ سُنّت و مستحبات کا اہتمام اس انداز سے کرے کہ اس کی اپنی شخصیّت وذات فنا ہو جائے اور وہ خالق کے احکام اور سُنّتِ نبوی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ نظر آئے۔

عام طور پر ہم نیکو کار کے آخری معنی کو لے لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ نیکو کار کو مزید کیا ہدایت ملے گی؟ یہ بات اس انداز سے درست نہیں۔ اس لئے قرآنِ مجید ہر انسان کے لئے وہ چاہے جس درجہ اور جس مقام پر بھی ہے' ہدایت اور رحمت ہے۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طلب پیدا ہو جائے اور پھر یہی طلب کامیابی کی تمام

Marfat.com

منازل سے ہمکنار کرے گی۔

بدکرداری کے علمبردار

اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر ہے جو اس طلبِ رحمت کے جذبہ کو ختم کرنے یا کم از کم بہکانے کے لئے مختلف حربے اختیار کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

"اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو بے ہودہ حکایات (و آلات) خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کی جہالت کے سبب اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس سے استہزاء کریں۔ یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا اور جب ان کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ گویا ان کو اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں بوجھ ہو۔ ان کو دردِ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔" (لقمان:6-7)

اس میں وہ سارے لوگ شامل ہیں جو ایسے آلات بناتے' خریدتے اور استعمال کرتے ہیں جن کے باعث انسان کو گمراہی کے راستوں پر دھکیلا جا سکے۔ اس آیت کے ذیل میں مفسّرین و محدّثین نے آلاتِ مزامیر (گانے بجانے کے آلات) اور ان حکایات اور کہاوتوں کو شمار کیا ہے جن کی لذّت و سرور میں عام انسان بہ جاتا اور احکامِ الٰہی سے دور ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے لئے دو قسم کے عذاب کا ذکر ہوا ہے:

نمبر1- ذلیل کرنے والا عذاب۔

نمبر2- دردناک عذاب۔

اور آج ہماری اکثریت اسی گمراہی و ضلالت کی راہ پر چلتی ہوئی اپنے عبرت ناک انجام کو قریب کر رہی ہے۔

اثباتِ توحید اور لقمان

اس ذکر کے بعد توحید کے اثبات اور شرک کی تردید پر دلائل ہیں اور پھر سیّدنا لُقمان کی نصیحتیں ہیں۔ یہ لُقمان کون تھے؟ مفسّرین نے لکھا ہے کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام کے دور میں یہ حبشی غُلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و دانش سے نوازا تھا۔ یہاں ان کی ان نصیحتوں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔

Marfat.com

لُقمان کی نصیحتیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○
وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۚ ○
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ○
وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ○

"یاد کرو جب لُقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ حق یہ ہے کہ
(1) شرک بہت بڑا ظلم ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی
(2) ہے۔ اس کی ماں نے ضُعف پر ضُعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے' اور ہم نے اس کو یہ تاکید کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے لیکن والدین اگر تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں تمہیں بتا دوں گا کہ

Marfat.com

تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔ اور لقمان نے کہا تھا کہ بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو' اللہ اسے نکال لائے گا' وہ باخبر ہے۔ بیٹا نماز قائم کرنے کا حکم دے۔ بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے' اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ لوگوں سے منہ پھلا کر بات نہ کر۔ نہ زمین پر اکڑ کر چل۔ اللہ کسی خود غرض اور فخر کرنے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال پیدا کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ اور سب آوازوں سے زیادہ بُری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔" (لقمان:13-19)

یہ لُقمان کی نصیحتیں ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی ہیں۔ اس میں شرک سے روکنا اور توحید کی طرف بلانا ہے۔ اس کے فوراً بعد والدین کے حقوق اور ان سے نرمی کا حکم ہے اور فرمایا کہ خدانخواستہ وہ تجھے دینِ حق سے ہٹائیں تو دُنیوی معاملے میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ لیکن پیروی ان کی بجائے اللہ والوں کی کرو اور فرمایا کہ تم جیسے بھی اعمال کرو گے' جہاں کہیں بھی کرو گے' وہ اعمال آسمانوں میں ہوں' زمین میں ہوں یا کسی چٹان میں ہوں' وہ نہ اللہ تعالیٰ سے چھپے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ انہیں بھولے گا' وہ انہیں نکال کر لے آئے گا۔

نماز' امر بالمعروف' نہی عنِ المنکر' صبر اور اخلاقِ حسنہ کی تلقین کی کہ لوگوں کے ساتھ بات کریں تو اس طرح سے نہیں کہ اس میں تکبر کا پہلو ہو اور چال ڈھال بھی ایسی نہ ہو جس میں تکبر کا پہلو ہو۔

؎ بات اتنی سی ہے اے واعظِ افلاک نشیں
کیا ملے گا اسے یزداں جسے انسان نہ ملا

توحید اور روایت پرست جاہلوں کا کردار

ان نصیحتوں کے بعد پھر مسئلہ توحید کی عظمت کو اجاگر کیا اور روایت پرست جاہلوں کی ایک بات بیان فرمائی:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی' اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ بھلا اگر شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی؟) (لقمان:21)

کُفّار کسی بھی دور کے ہوں' وہ تعلیماتِ حق کے مقابلے میں ہمیشہ یہی بات کہتے ہیں کہ ہم ان روایات اور قدروں کو نہیں چھوڑ سکتے جو ہمارے باپ دادا کی ہیں۔ ان کو سمجھایا گیا کہ غور کرو کہ اگر تمہارے باپ دادا کو شیطان نے بہکا رکھا ہو اور وہ دوزخ کے عذاب کی جانب بڑھ رہے ہوں اور تمہیں اس بات کا پتا بھی چل جائے تو پھر کیا کرو گے؟

Marfat.com

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی چھوڑ خضر کا' دریا بھی چھوڑ دے

نیکوکاروں کا انجام

اس کے بعد راہِ حق کو اپنانے والوں کا انجام مذکور ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط

"اور جس شخص نے اپنا آپ اللہ کے حوالے کر دیا اور نیکوکار بھی رہا تو اس نے مضبوط دستاویز ہاتھ میں لے لی۔" (لقمان:22)

گویا نجات کا راستہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ مضبوط دلائل والی کتاب پر گامزن ہو جاؤ۔ اور بایں ہمہ اگر کچھ لوگ کفر پر اڑے رہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ خود نبٹ لے گا۔ کیونکہ جب ان سے آسمان و زمین اور دیگر مخلوقات کی تخلیق کی بابت سوال کیا جاتا ہے تو وہ یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کاریگری کے نمونے ہیں۔ مگر عبادت میں شرک کرتے اور گمراہی اپناتے ہیں۔

صفاتِ الٰہیہ کا لامتناہی ہونا

پھر بتایا کہ زمین کے سارے درخت قلم اور سمندر روشنائی بن جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ زمین و آسمان اور ساری مخلوق کی تخلیق اللہ کے ہاں اس قدر ہی ہے جیسے ایک انسان کا پیدا کرنا۔

ہم خاک کے پتلوں نے جو کچھ تجھے سمجھا ہے
تو اس سے بھی برتر ہے' تو اس سے بھی اعلیٰ ہے

وہ قادرِ مطلق ہے اس نے رات' دن' سورج' چاند' کشتی' دریا' سمندر سبھی کچھ ہمارے تابع کر دیا ہے تاکہ ہم ان سے فوائد حاصل کریں۔ لیکن انسان ناشکرا اور ناقدرا ہے۔ وہ جب مصائب و مشکلات میں گھر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے اور جب نجات مل جاتی ہے تو پھر بہک جاتا ہے۔

برائی سے بچنے کے لئے ڈھال

ان حقائق کے اظہار کے بعد انسان کو ایک ایسی بات کہی جو انسان کو گمراہی و ضلالت سے بچنے میں حد درجہ معاونت بہم پہنچاتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا

Marfat.com

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ط اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

"لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو اور ڈرو اس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہو گا۔ فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اور نہ دھوکہ باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دینے پائے۔" (لقمان:33)

دھوکا باز سے مراد انسان کا کُھلا دشمن یعنی شیطان ہے جو انسان کو بے بنیاد اُمیدیں فراہم کر کے عمل اور جدوجہد سے غافل کر دیتا ہے۔ ایک خطرناک دھوکا یہ ہوتا ہے کہ فلاں حضرت کی اِرادت کام آئے گی' وہ آخرت میں دستگیری فرمائیں گے اور حساب و کتاب کی نوبت ہی نہ آنے دیں گے۔ آیتِ مذکورہ میں اس بات پہ زور دیا گیا ہے کہ پیر صاحب کا رشتہ تو بہت دور کا ہے' یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے اور بیٹا اپنے باپ کے کام نہیں آ سکے گا۔ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا خود ذِمہ دار ہو گا۔ ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔

ایسی صورتِ حال میں بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی کے آنے کی مجال نہیں اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ خود چاہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تن تنہا خود جواب دہ ہے۔ چنانچہ ایک ہی حل ہے کہ ہر شخص الگ الگ خود اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ سیدھا کر لے اور اپنے رب کے غضب سے ڈر کر رہے۔

قیامت

قیامت کے بارے میں فرمایا کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ کوئی کسی کا بدلہ نہیں بنے گا۔ کسی کے عمل کی سزا کوئی اور شخص نہیں اٹھائے گا۔ کسی شخص کا عمل کسی دوسرے شخص کے عمل کے لئے کفارہ نہیں بنے گا۔ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا خود ذِمہ دار ہو گا اور تنہا اللہ کے سامنے پیش ہو گا۔ یہاں عیسائیت کا وہ مشہور عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر لٹک کر خود جان دے کر سب لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا' غلط ثابت کیا گیا۔

اسی لئے فرمایا کہ یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہاں کے غلط عقائد تمہیں دھوکے میں نہ ڈالیں۔ یہ غلط عقائد گھڑنے والا شیطان ہے جو دھوکے باز ہے اور تمہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے کہ میرے گناہوں کا کفارہ یا کسی کی سفارش یا کسی کا آستانہ میرے کام آجائے گا۔ یقین کر لیجئے کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ صرف اپنے عمل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کام آئے گی۔

Marfat.com

حقیقی اور کامل علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اس سورۃ کی آخری آیت میں ان پانچ چیزوں کا ذکر ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

"بلاشبہ اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بلاشبہ اللہ سب باتوں کو جاننے والا باخبر ہے۔" (لقمان:34)

1- قیامت

2- بارش کا اترنا۔ یہاں یہ اعتراض ممکن ہے کہ محکمہ موسمیات والے کچھ پیش گوئیاں کرتے ہیں تو یاد رکھئے کہ بارش کے نازل ہونے کے ذکر میں صرف بارش کے نزول کی خبر اور پیش گوئی نہیں بلکہ بارش کی مقدار' مقام' وقت بارش کے پانی کے فوائد و نقصانات اور اس کے اثرات سبھی کچھ مراد ہیں۔

3- حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس سلسلے میں بھی الٹراساؤنڈ (Ulterasound) ایک جدید طبی آلہ ہے جس سے جنین کے بارے میں معلومات حاصل ہو جاتی ہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ اس حاملہ سے پیدا ہونے والا نر ہے یا مادہ' زندہ رہے گا یا نہیں۔ کتنی زندگی پائے گا' کیا عمل کرے گا؟ کیا کمائے گا اور کیا کھائے گا۔ اس کا نزول و قیام کتنا' کہاں کیسے اور کب ہو گا وغیرہ! یہ سبھی چیزیں مراد ہیں۔

4- کل کیا ہونے والا ہے؟ ہر متنفس کے آئندہ دن اور زندگی کے معمولات کیا ہوں گے؟ گو کہ ہم پروگرام مرتب کرتے ہیں مگر وہ پروگرام اکثر خراب بھی تو ہو جاتے ہیں گویا ہم اپنے پروگرام حتمی طور پر ترتیب نہیں دے سکتے۔ اسی لئے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّيْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ "میں نے عزائم کے پورا نہ ہو سکنے سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔"

یعنی ہم نے پروگرام بھی ٹھیک ٹھاک بنایا تھا۔ عزم بھی پختہ تھا۔ اسباب بھی فراہم کر لئے تھے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم اپنے عزم میں کامیاب نہ ہوتے مگر عملاً یہ دیکھا کہ کسی غیبی طاقت نے سارا کھیل بگاڑ دیا' اسباب بے وقعت ہو کر رہ گئے' پروگرام دھرا کا دھرا رہ گیا اور عزم پورا نہ ہوا۔ یہ غیبی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے؟

5- کسی متنفس کی موت کہاں آئے گی؟

اس کا علم حاصل کرنے میں تو انسان مکمل طور پر عاجز ہے۔

Marfat.com

الم السجدہ

نام

مضمون سجدہ کی مناسبت سے یہی نام قرار دیا گیا۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کا دورِ متوسط اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

مضامین

توحید' رسالت اور آخرت سے متعلق اہلِ مکّہ کے شکوک و شُبہات کا ازالہ اور دعوتِ ایمان اس کا مرکزی نکتہ ہے۔ اہلِ مکّہ جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت سوچتے تھے کہ یہ شخص بھی عجیب احوال کا مالک ہے۔ جنّت و دوزخ' رسالت اور محاسبۂ آخرت وغیرہ کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا کیونکر ممکن ہے جب کہ انسان تو مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا؟

اس سلسلے میں فرمایا کہ یہ سب کچھ افتراء نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ان قرآنی حقائق کے بعد اپنی اور اس کائنات کی تخلیق پر غور کرو گے تو تمہاری عقل بھی یہی فیصلہ دے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرما رہے ہیں۔

عالمِ آخرت کا ایک نقشہ دکھا کر ایمان کے ثمرات اور نتائج کا ذکر کیا گیا ہے اور جس عذاب کا مطالبہ اہلِ مکّہ کر رہے ہیں' اس کے لئے اہلِ مکّہ کی تجارتی گزرگاہوں پر تباہ شدہ بستیوں کو بطور گواہ پیش کیا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا عذاب اتارنے سے قبل تنبیہہ فرمایا کرتے ہیں۔

اسی طرح یہ واضح کیا کہ اگر آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چند غلام اور نوجوان سن رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ معاملہ جلد نپٹ جانے والا ہے بلکہ یہ غلام اور نوجوان اس زمین پر ایک بڑے انقلاب کا ہراول دستہ ہیں۔

سورۃ کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ سن کر فیصلہ کُن گھڑی کی بابت پوچھتے ہیں تو فرما دیں کہ جب وہ فیصلہ کُن گھڑی آجائے گی تو اس وقت تم کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔

اس سورۃ میں سجدہ' تسبیح اور انفاق فی سبیلِ اللہ کی عظمت اور فسق و تکذیب سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓ ۚ تَنْزِيلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ
مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

"اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کی رب کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے ازخود بنالیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ تمارے رب کی طرف سے برحق ہے تاکہ تم لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا شاید کہ وہ ہدایت پاجائیں۔"

(السجدہ:1-3)

اس آیت میں وضاحت کردی گئی کہ یہ کتاب بلاشبہ ربُّ العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور یہ پیغمبرِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی من گھڑت نہیں بلکہ اللہ نے اس کو اس لئے نازل فرمایا کہ اہلِ مکّہ جن کے پاس اب تک کوئی آسمانی کتاب نہ آئی تھی' ان کو راہِ ہدایت دکھادی جائے۔ پھر اس کتاب کے نازل کرنے والے کی عظمت کا ذکر ہے۔

متشابہ آیت

اس میں ایک لفظ ایسا ہے جس کو متشابہات میں سے شمار کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۟

"پھر وہ عرش پر جا ٹھہرا" (السجدہ:4)

اس "اِستوی" کی کیفیت کیا ہے؟ اور عرش کی ہیئت کیسی ہے؟ اس کا ذکر نہ قرآنِ مجید میں ہے اور نہ کُتبِ حدیث میں اس کی صراحت ملتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی وضاحت کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ جو چیزیں انسانی عقل و شعور سے ماوراء ہیں اور ہدایت کے لئے ان کا علم ضروری نہیں' ان کے بارے میں بس اجمالی ایمان کافی ہے کہ یہ میرے رب کا کلام ہے اور بس! اور اسی ذکر میں فرمایا کہ زمین و آسمان کے تمام امور کی تدبیر اور انتظام اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

ایک شاعرانہ تخیل کی تردید

اس موقع پر ایک شاعرانہ تخیل کا ازالہ ازبس ضروری ہے کیونکہ شاعرلوگ اکثراوقات ترنگ میں ایسی باتیں کہ جاتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اعتقادی خرابی کا سبب بنتے ہیں۔ ایسا ہی ایک شعر ہے:۔

؎ اَحد سے احمد کو احمد سے تجھ کو
اب سب کُن مکن تجھ کو حاصل ہے یا غوث

اس شعر میں بڑی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اختیارات کا مالک محبوب سُبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے۔ اور اس میں واسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بنایا گیا۔ اور کہا گیا کہ اب اس کائنات میں تمام امور کے کرنے یا نہ کرنے کے اختیارات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو حاصل ہیں۔ معاذ اللہ اس قسم کی خرافات شاعرلوگ گھڑتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جبکہ قرآن واضح طور پر اعلان کر رہا ہے کہ زمین و آسمان کا سارا انتظام اسی کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ

"وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔" (السجدہ:5)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفات میں وحدانیت کا ذکر ہے کہ

1- ظاہر و پوشیدہ ہر چیز کا عالِم وہی ہے۔
2- انسان کو اس نے بہترین انداز سے پیدا کیا ہے۔
3- انسان کی تخلیق کے بعد اس کی نسل کی بقاء کا سامان پیدا کیا۔
4- انسان کو کان، آنکھ اور دل عطا کئے تاکہ انسان غور و تدبر کر کے اپنے خالق کو پہچانے۔

زندگی ایک ہی مرتبہ ملتی ہے

اسلام کے بنیادی عقائد میں توحید کے بعد موت کے بعد کی زندگی کا معاملہ آتا ہے۔ اس سلسلے میں کُفارِ مکہ کے اعتراضات کا ازالہ کیا گیا اور بتایا کہ یہ لوگ جب قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو اس وقت یہ التجا کریں گے کہ ہمیں صرف ایک مرتبہ دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ ہم ایمان و یقین کے ساتھ اعمالِ صالح کریں اور نجات کا سامان لے کر آئیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی فیصلہ یہ ہے کہ زندگی اور اس کی نعمتیں صرف ایک مرتبہ ہی عطا کی جائیں گی اور اس زندگی میں عقل مند انسان وہی ہے جو اللہ کا ذکر اور حکم سن کر سر تسلیم خم کر لے اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو جائے۔ اس سورۃ میں یہ حکم اسی آیتِ سجدہ میں مذکور ہے جس میں

Marfat.com

اہلِ دانش اور اہلِ ایمان کی یہ علامت بیان کی گئی۔

اہلِ دانش کی علامات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۩ ○

"ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔" (سجدہ:15)

نیز فرمایا کہ اہلِ ایمان کی یہ بھی علامت ہے کہ

1- وہ رات کو بچھونوں سے نکل کر امید و خوف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔
2- اللہ کی دی ہوئی دولت اور صلاحیتوں کو اس رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

جو تیری یاد سے معمور و نغمہ خواں گزرے
وہ لمحے کتنے حسین، کس قدر جواں گزرے
کہاں وہ جائے تیری بزمِ ناز سے اٹھ کر
تیرے بغیر جسے زندگی گراں گزرے

سرکش کون؟

ان کے مقابل سرکش لوگوں کا ایک طبقہ ہے۔ ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۩ ○

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیت سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے؟ ہم گناہ گاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔" (السجدہ:22)

اس نصیحت کی ایک مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات ہیں جن کو اہلِ مکّہ یہود کے کہنے پر حق سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان تعلیمات کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت کے دلائل مذکور تھے مگر سرکش و متکبّر کافر پھر یہ سوال کرتے کہ جس عذاب کا وعدہ ہے، وہ کب آئے گا۔

Marfat.com

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○
قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ○

"اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہو گا؟ کہہ دیجئے کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ پس تو ان سے منہ پھیر لے اور انتظار کر۔ یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔" (السجدہ:28-30)

Marfat.com

الاحزاب

نام

کُفّارِ عرب کے سبھی گروہوں نے مل کر مدینے پر یلغار کردی۔ اس ضمن میں اس سورۃ میں احکام و تفصیلات مندرج ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام "الاحزاب" رکھا گیا جس کا معنی ہے "بہت سے گروہ"۔ احزاب کا واحد حِزْبٌ ہے۔

زمانۂ نزول

5 ہجری اس سورۃ کا زمانۂ نزول ہے۔

تاریخی پسِ منظر

شوال 3 ہجری میں اُحد کے مقام پر معرکہ ہوا جس میں گھاٹی پر متعیّن تیر اندازوں کی غلطی سے مسلمانوں کو بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس سے مشرکین عرب' یہود اور منافقوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ مسلمانوں کو مٹانے کے لئے تجویزیں طے کرنے لگے۔ نجد کے بنی اسد نے مدینے پر چھاپہ مارنے کا پروگرام بنایا۔ جس کی سرکوبی کے لئے ابو سلمہؓ کی سرکردگی میں مہم روانہ کی گئی۔ اس کے بعد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل کو دینِ حق کی تعلیم دینے کے لئے مبلّغین کے جو وفود روانہ کئے' ان کو دھوکے سے یا یلغار کر کے شہید کر دیا گیا۔

خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنو نضیر نے سازش کی اور نعوذُ باللہ آپؐ کے قتل کا پروگرام بنایا۔ جب آپؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے اس قبیلہ کے سارے افراد کو مدینہ بدر کر دیا۔ غزوۂ ذاتُ الرّقاع بھی اس دور میں ہوا۔ ان چھوٹے چھوٹے اور مختلف واقعات نے کُفّارِ عرب پر مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی۔ اور کُفّار کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کو یوں آسانی سے نہیں مٹایا جا سکتا۔ انہوں نے ایک بڑے اور بھرپور حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شوال 5 ہجری میں دس ہزار سے زائد کُفّار جمع ہو کر مدینے پر غارت گری کے لئے روانہ ہوئے۔

ادھر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سارے معاملات سے بے خبر نہ تھے۔ آپ دشمنوں کی نقل و حرکت سے مکمل طور پر باخبر اور آگاہ تھے۔ آپؐ نے فوراً مقابلے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشورے سے اس بار یہ طے پایا کہ مدینے کے اندر رہ کر کُفّار کا مقابلہ کیا جائے۔ مدینے کی جغرافیائی صورت حال یوں تھی کہ جنوب میں باغات کا ایک سلسلہ تھا۔ مشرق کی طرف (لاوے کی چٹانیں) پہاڑی سلسلہ اور اسی طرح مغرب کی طرف بھی کچھ اسی قسم کے سلسلوں سے محفوظ تھی۔ حملے کے لئے صرف شمال کی جانب سے خطرہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب خندق کھود کر دفاع کا فیصلہ کیا۔ خندق کھودنے کے سلسلے میں آپؐ نے خود صحابہؓ کے ساتھ مل

Marfat.com

کر کام کیا۔ عرب لڑائی کے اس انداز سے بالکل ناواقف تھے۔ خندق دیکھ کر ٹھٹک گئے اور مجبوراً انہوں نے محاصرے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ محاصرہ طول پکڑتا گیا اور 25 روز تک سخت سردی کے موسم میں ان لوگوں کو خیموں میں ٹھہرنا پڑا۔ محاصرے کی اس طوالت نے کُفّار کے قبائل اور گروہوں میں نفاق پیدا کر دیا۔ جس کے باعث سپاہیوں میں بے دلی پیدا ہو گئی۔ کھانے پینے کا سامان اور جانوروں کا چارہ ختم ہونے لگا۔ ایک رات شدید طوفان بادوباراں نے ان کو آلیا۔ کڑک، چمک کے ساتھ آندھی اس قدر شدید تھی کہ خیمے اُڑنے لگے۔ اس افراتفری میں ہر شخص نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ صبح کی روشنی میں مسلمانوں نے اللہ کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا۔ دشمن میدان خالی چھوڑ کر جا چکا تھا۔ اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی:

لَنْ تَغْزُوَكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّكُمْ تَغْزُوْنَهُمْ

"تمہارے اس سال (لڑائی) کے بعد قریش تم پر حملہ آور نہ ہوں گے بلکہ تم ان پر حملہ آور ہو گے۔"

(بخاری)

غزوۂ خندق (الاحزاب) کے بعد غزوۂ بنی قریظہ بھی اسی دور میں ہوا جس کا سبب یہ بنا کہ جن یہودی قبائل کو مدینے سے سازشیں کرنے کی وجہ سے نکالا گیا تھا انہوں نے مدینے کے گردونواح میں رہائش اختیار کر کے جوڑتوڑ اور سازشیں شروع کر دیں۔ غزوۂ خندق کے دوران میں بھی بنو قریظہ نے بدعہدی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے 15 سو تلواریں، 3 سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور 15 سو ڈھالیں جمع کر رکھی تھیں تاکہ جب کُفّار اہلِ مدینہ پر یلغار کریں تو مدینے کے اندر سے یہود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا آغاز کر کے مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیں۔ غزوۂ خندق کے بعد فیصلے کے لئے یہ طے پایا کہ قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن مُعاذ اس موقع پر جو فیصلہ کریں گے، بنو قریظہ کو یہ منظور ہو گا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے یوں اپنا تاریخی فیصلہ سنایا:

"ان کے سارے مرد قتل کر دیئے جائیں، عورتیں اور بچے غلام بنا لئے جائیں اور ان کی املاک ضبط کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائیں۔"

اس تاریخی پسِ منظر کے بعد سورۃ کے مضامین سے قبل اس دور کی معاشرتی اصلاحات کا ایک جائزہ لینا بھی ضروری ہے کیونکہ اس دور کی معاشرتی اصلاحات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس عرصے میں نکاح و طلاق کے احکام و قوانین کی تکمیل، قانون میراث کی تفصیلات، شراب اور جوئے کی حُرمت وغیرہ جیسی معاشرتی اصلاحات ہو چکی تھیں ---- اسی دور میں ایک اور معاشرتی مسئلہ مُتبنّٰی بچہ گود لے کر پالنے کی بابت بھی اہم اقدام ہوا۔ اہلِ عرب اگر کسی بچے کو گود لیتے تو اس کے ساتھ بالکل حقیقی بیٹے جیسا سلوک کیا جاتا مثلاً وہ بچہ وراثت کا حقدار بنتا، اس کی منکوحہ کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا جو حقیقی بیٹے کی منکوحہ کا ہے یعنی اگر اس کو طلاق ہو جاتی تو وہ اس شخص کے لئے جس نے اس بچہ کو گود لیا تھا، اسی طرح حرام کہلاتی جیسے حقیقی بیٹے کی منکوحہ ---- اس سورۃ میں اس تخیل اور واہمے کو بھی

Marfat.com

زائل کیا گیا۔ اس رسم کو توڑنے کے لئے خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اقدام کرنا پڑا جس کی صورت یوں بنی:

"حضرت زینبؓ (جو حضورؐ کی پھوپھی زاد تھیں) کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اہلِ خاندان نے اس بات کو ناپسند کیا لیکن اس فیصلے کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ اس لئے سبھی لوگ خاموش رہے لیکن جب عائلی اور گھریلو حالات کی بنا پر حضرت زیدؓ نے اپنی اہلیہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی تو بحکمِ الٰہی آپؐ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ شرعاً و اخلاقاً یہ بات قابلِ اعتراض نہ تھی مگر مشرکین اور منافقین جو سبھی میدانوں میں مسلمانوں سے پٹ چکے تھے' انہوں نے اس مسئلے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور اسلام کی انقلابی دعوت کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا چاہا۔ اس سورت میں اس مسئلے کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ شرعی طور پر اس مسئلے کی حقیقت کیا ہے؟

اس پر مستزاد یہ کہ آپؐ نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا تو اس سے قبل آپؐ کے عقد میں چار ازواج موجود تھیں۔ بعض مسلمانوں کو اس پر وہم ہوا کہ شاید نکاح کے سلسلے میں چار سے زائد بیویوں کی اجازت ہو گئی ہے۔ اگر نہیں تو آپؐ کے اس نکاح کی بابت حقیقت کیا ہے؟ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی:

خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

"یہ اجازت خاص آپؐ کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے نہیں۔"

مضامین

گزشتہ صفحات میں اس سورۃ کے تاریخی اور معاشرتی پس منظر کا ایک جائزہ لیا گیا ہے۔ آیئے اب اس کے احکام و مضامین پر ایک نظر ڈالی جائے۔

(الف) حضرت زیدؓ کی تبنیت (منہ بولا بیٹا ہونا) اور ان کے نکاح کے سلسلے میں یہ بتایا گیا کہ یہ جاہلیت کی رسم ہے جس کی شرعی طور پر کوئی بنیاد نہیں۔ اس رسم کا توڑنا آسان نہ تھا' اس لئے جوں ہی موقع ملا' ارشادِ ربانی کے تحت آپؐ نے اس رسم کو خود توڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مُتَبَنّٰی حضرت زیدؓ کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے اس رسم کو توڑ ڈالا۔

(ب) غزوات (الاحزاب و بنو قریظہ) کے دوران میں مختلف قبائل کے کردار پر روشنی ڈالی گئی اور آدابِ جنگ و صلح حسبِ ضرورت بیان کئے گئے۔

(ج) خانگی اور عائلی زندگی میں تنگ دستی و عسرت کے سلسلے میں ازواجِ مطہرات کو تنبیہہ کی گئی اور اختیار دیا گیا کہ اگر آپؐ (ازواج) اس عسرت و تنگ دستی پر صابر و شاکر نہیں تو دنیا اور اس کی زینت یا اللہ اور اس کے رسول میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کر لو۔

عائلی زندگی میں دوسرا اہم پہلو وہ ہے جس کی جانب حضرت عُمرؓ بہت دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلا چکے

Marfat.com

تھے کہ مسلم خواتین کی بلا پردہ آمد روفت سے منع کر دیا جائے۔ اس کے لئے خاندانِ نبویؐ سے آغاز کیا گیا اور جاہلیت کے دور کے لباس و انداز اور غیر مردوں سے گفتگو اور میل جول سے منع کیا گیا۔

(د) تعددِ ازواجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں آپؐ کی خصوصیت اور منافقین کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی گئی۔ اسی ذیل میں طلاق کی ایک شق کا بھی ذکر ہوا۔ نیز مسلمانوں کو عام زندگی میں تہمت و افتراء سے بچنے کا حکم دیا گیا۔

(ہ) خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں آدابِ ملاقات، گھر میں غیر مردوں کی آمد روفت کا طریقہ اور سوال کے آداب بیان ہوئے۔ نیز اُمہات المؤمنین کو مسلمانوں کی مائیں کہا گیا اور ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نکاح کی حُرمت کا ذکر کیا گیا۔

(ط) افتراء و افواہ سازی پر فہمائش و تنبیہہ کے ساتھ مسلم خواتین کو حکم دیا گیا کہ جب گھر سے باہر کسی ضرورت کے تحت جائیں تو بلا پردہ نہ جایا کریں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چار اہم کام

سورہ کا آغاز نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کے ساتھ ہے کیونکہ یہ ساری سورہ ہی اہم ترین معاملات زندگی سے متعلقہ احکام پر مشتمل ہے۔ آغاز میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے احکام دیئے گئے مگر یاد رہے کہ یہ احکام آپؐ کے توسط سے اُمّتِ مسلمہ کے ہر فرد کے لئے ہیں اور آپؐ سے خصوصی خطاب ان احکام کی عظمت کے پیشِ نظر ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝
وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

"اے نبیؐ! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی برکت والا ہے اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلیے۔ بلاشبہ تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ کافی کارساز ہے۔"

(الاحزاب: 1-3)

اس آیتِ مبارکہ میں درج ذیل چار احکامات ہیں:

1- اِتَّقِ اللّٰهَ یعنی اللہ سے ڈرتے رہیں۔

2- وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۔ کافروں اور منافقوں کا کہنا مانا جائے۔

3- وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى ۔ جو آپؐ پر وحی کی گئی اس کی اطاعت کیجئے۔

4- وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اللہ پر بھروسا کیجئے۔

مذکورہ بالا احکامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزول سے قبل بھی بطور خاص عمل پیرا تھے۔ مگر ان کی اہمیت

Marfat.com

کے پیشِ نظران کو دہرایا گیا تاکہ اُمّت کے افراد ان کی عظمت کو جان لیں۔

معاشرتی رسوم کی اصلاح

اس تاکید کے بعد چند معاشرتی رسوم کی اصلاح کے لئے حکم ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو وہ اس سے ساری عمر کے لئے جُدا ہو جاتی اور اس کا کوئی کفّارہ وغیرہ نہ تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنا لیتا تو اس پر سارے احکام حقیقی بیٹے کی طرح ہی لاگو ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں احکام تبدیل کر دیئے۔ بیوی کے بارے میں ایسے کلمات کا کفّارہ اور تفصیل سورۂ مجادلہ میں اور منہ بولے بیٹے کے بارے میں اس کے بعد کی آیات میں تفصیل ہے۔

الف۔ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹے کی طرح نہیں اور نہ اس جیسے احکام اس پر نافذ ہوں گے۔

ب۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت اور ولایت کے ساتھ ہی یاد کرو۔

اس حکم کا مختصر پسِ منظر اس سورۃ کے ابتدائیہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت زیدؓ جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، آپؐ کے ساتھ ان کی محبت و انس کے باعث بعض لوگوں نے ان کو زید بن محمدؐ کہنا شروع کیا تو اس پر یہ حکم نازل ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

"لے پالکوں کو ان کے اصلی باپ کے نام کے ساتھ پکارا کرو۔ یہی بات اللہ کے نزدیک درست ہے۔"
(الاحزاب:5)

مقامِ رسالت

البتہ یہ معاملہ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ باپ کے ہیں تو فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ تو باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

"نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔" (الاحزاب:6)

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"اس وقت تک تم میں کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (مومن کو) اس کی اولاد، والدین اور سارے لوگوں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بخاری)

Marfat.com

نماز اچھی' روزہ اچھا' حج اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزّت پر
خدا شاہد ہے' کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ازواجِ مطہّرات کا مقام

اس کے بعد اسی مناسبت سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی عظمت کو یوں اجاگر فرمایا:

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

"اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔" (الاحزاب:6)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ایسی مائیں ہیں جن کی عظمت و حرمت اور تقدس کی گواہی خود قرآنِ کریم دے رہا ہے۔

ایک اہم حکم

اس مقام پر ایک بات بہت ہی احتیاط کے ساتھ یاد رکھنے کی ہے' فقہاء نے جس کی صراحت کی ہے کہ جن اشخاص کی عظمت نصِ قرآنی سے ثابت ہے ان کی بابت گستاخانہ کلمات اور گفتگو کُفر ہے۔ اس لئے بحیثیت مسلمان ہم کو اس مقام پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور اگر کوئی شخص ان ازواجِ مطہرات صلوٰتُ اللہ عَلَیْہِنَّ کی بابت نازیبا کلمات کہتا ہے تو وہ خود اپنا ٹھکانا جہنّم میں سمجھے کیونکہ آگے چل کر اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے ان ازواجِ مطہرات کی راحت و آرام کے لئے مسلمانوں کو کئی احکام کا پابند بنایا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

ان دو احکام کے بعد عام مومنوں کے حقوق کی حفاظت کا ذکر ہے۔

غزوہ الاحزاب کے موقع پر انعامات

ہم اس سے قبل ایک مقام پر ذکر کر چکے ہیں کہ کُفّارِ عرب مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ہر وقت سوچتے رہتے تھے۔ غزوۂ بدر' اُحد اور دیگر سرایا اس بات کے شاہد ہیں مگر جب ہر دفعہ ناکامی ان کے گلے کا طوق بنی تو انہوں نے یکبارگی زبردست تیاریوں کے ساتھ حملے کا تہیہ کیا اور ہزاروں نفوس کے ہمراہ مدینے پر حملہ آور ہوئے۔ اس کا کچھ ذکر ہم اس سورۃ کے ابتدائیہ میں کر چکے ہیں۔ جب کُفّار نے اہلِ مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو ایک روز زبردست طوفان بادوباراں نے ان کو اپنا سامان لپیٹ کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ یہاں اس انعام کا ذکر فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

Marfat.com

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط

"اے ایمان والو! اس مہربانی کو یاد کرو جو تم پر اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی جب فوجیں تم پر حملہ آور ہوئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر نازل کئے جن کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔" (الاحزاب:9)

اور اس کے بعد کی آیت میں کُفّارِ عرب کی تیاریوں اور محاصرے کا یوں ذکر فرمایا:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○

"جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی جانب سے تم پر چڑھائی کر آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل خوف کے مارے گلے تک آپہنچے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔" (الاحزاب:10)

یعنی اس وقت کُفّار خوف و دہشت طاری کرنے کے سارے حربے اور سامان حرب جمع کر کے لے آئے تھے۔ اور اس وقت ان کی مکمل نمائش جاری تھی۔ ادھر نو مسلم حضرات کو شیطان طرح طرح کے خیالات کے ذریعے پریشان کرنے لگا۔ کیونکہ وہ کیفیت ہی کچھ ایسی تھی:

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○

"وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔" (الاحزاب:11)

ادھر منافقین حسبِ عادت اہلِ ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لئے پراپیگنڈا کر رہے تھے:

الف۔ اب اللہ کی مدد نہ آسکے گی۔ کیونکہ پہلی فتوحات حادثاتی تھیں اور اللہ کی مدد و نصرت کا وعدہ محض فریب ہے۔

ب۔ اس موقع پر اہلِ مدینہ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم سابق دین کی جانب پلٹ جاؤ۔

ج۔ اس صورتِ حال میں کچھ لوگ گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے۔

منافقین کے احوال

اس جگہ ان منافقین کے چند احوال بطورِ خاص عبرت کے لئے مذکور ہیں اور پھر ان کو اس دنیا کی ناپائیداری کی طرف یوں توجہ دلائی:

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ○

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○

Marfat.com

"اگر تم مرنے مارنے سے بھاگتے ہو تو تم کو یہ فائدہ نہ دے گا اور اس وقت تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ کہہ دیجئے! اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو اس کو کون روک سکتا ہے؟) اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ پائیں گے۔"

(الاحزاب:16-17)

مقامِ نبوّت

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

"درحقیقت اللہ کے ہاں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہیں' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔" (الاحزاب:21)

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغام لانے والے پیغام بَر ہیں اور اس پیغام کو جو شخص قبول کرلے' وہ مسلم اور مومن ہے۔ اس پیغام قرآنِ مجید کو سب سے زیادہ قبول کرنے والے اور سب سے پہلے وصول کرنے والے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اس پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے بھی۔ اس لئے تلقین کی گئی کہ جو شخص قرآنِ مجید پر عمل کرتا ہے' اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اور آپؐ کی زندگی کو پوری طرح اپنالے۔ اور اس میں کوئی جھول اور کھوٹ نہ رہنے دے۔

اتباع کے لئے ایک مثال

میں اس کی ایک مثال عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم درزی کو کپڑا دیتے ہیں کہ بھئی ہمیں ایک سوٹ سی دو۔ اور پھر ایک سلا سلایا سوٹ بطور نمونہ دیتے ہیں۔ اب اگر درزی اس نمونے کی بجائے اپنی پسند سے کوئی اور چیز بنا کر دے یا ناپ وغیرہ بدل دے تو جب وہ سوٹ آپؐ کے پاس آئے گا تو آپؐ یہی کہیں گے کہ یہ ہماری پسند اور ہمارے دیئے ہوئے نمونے کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم نے ہمارا کپڑا بھی خراب کردیا ہے اور اب تم اس کا ہرجانہ ادا کرو۔

تو ایسی ہی بات قیامت کے دن ہمارے ساتھ بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی' قوت' صلاحیت اور وقت دیا۔ یہ ساری چیزیں بطور امانت ہیں۔ اور ان سب چیزوں کو استعمال کرنے کے لئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بطور نمونہ ہمیں عطا کی۔ اب جتنی زندگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہوگی' وہ تو ساری قبول اور باقی ساری اٹھا کر ہمارے منہ پر دے ماری جائے گی۔

Marfat.com

علاّمہ اقبال نے یہی کہا کہ

؎ بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

(ترجمہ) اپنے آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچا دو کہ سارے کا سارا دین آپؐ کی ذاتِ گرامی ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تم نہیں پہنچ پائے' اُن کا اتباع نہیں کیا' ان کی زندگی کو نہیں اپنایا تو پھر باقی سارے دعوے بولہبی ہیں۔

؎ عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ

(ترجمہ) عقل کی عیاری میں نہ آؤ۔ اسے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں میں قربان کر ڈالو۔

چیونٹی کا شوق---اتباع و حُبِّ رسول کی عُمدہ مثال

اس سلسلے میں مولانا روم رحمتہُ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں ایک دلچسپ قصّہ لکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی کو حرم پاک جانے کا شوق پیدا ہوا کسی نے بتایا کہ یہ حرم پاک کا کبوتر بیٹھا ہے' اس کے پاؤں سے لپٹ جاؤ جب یہ حرم میں جائے گا تو تم بھی پہنچ جاؤ گی۔

؎ بود مورے' ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

اس مثال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر آپ بھی پہنچنا چاہتے ہیں تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدموں سے لپٹ جایئے۔ وہ خدا کے حضور پہنچیں گے تو آپ بھی پہنچ جائیں گے اور اگر اس راہ میں جان بھی قربان کرنا پڑے تو کر گزرو۔ قرآن کی آیت کہتی ہے کہ نبیؐ مومنین کے لئے اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں اور اگر یہ نہیں تو ایمان ہی نہیں۔

؎ اے خاکِ درگہِ تو جبین نیازِ ما
قربانِ یک نگاہِ تو عمرِ درازِ ما

حیدر آباد دکن کے نواب عثمان علی خان نے اسی مضمون کو ایک اور رنگ میں یوں کہا ہے:

؎ تھوڑی سی اگر خاک تری راہ گزر کی
مل جاتی تو بن جاتی دوا دردِ جگر کی

دراصل ایمان کی بنیاد محبت ہے۔ اگر محبت کا درجہِ حرارت دھیما پڑ جائے تو ایمان کمزور پڑ جاتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ والنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

"لوگو! تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے باپ' اپنی اولاد' تمام احباب اور اقربا' مال و جان (حتیٰ کہ اپنی جان) کے مقابلے میں محبوب ترین نہ ہو جاؤں۔"

(بخاری)

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے' کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

کرنے کے دو اہم کام

یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایک تعلق کی بات ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ ایک تو اللہ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ چند دن لگا کر عربی زبان پڑھیں تاکہ قرآنِ پاک کو سمجھنے میں آسانی ہو اور محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کریں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت میں نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو گم کر دیں بلکہ آپؐ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کی کوشش کریں۔

اہلِ ایمان کی فتح

اہلِ ایمان کی روحانی بالیدگی اور تر و تازگی کے اسباب اور کُفّار کی ناکامی و مایوسی کا ذکر یوں کیا:

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا ط وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ط وَکَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۝

"اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا۔ وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لئے یوں ہی پلٹ گئے اور مومنین کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لئے کافی ہو گیا۔ اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔"

(الاحزاب:25)

یہ بات غزوۂ الاحزاب یعنی غزوۂ خندق کے بعد کی ہے۔ اس سے قبل غزوۂ اُحد اور متعدد چھوٹی موٹی جنگیں ہو چکی تھیں مگر وہاں کسی موقع پر یہ بشارت نہ دی گئی بلکہ پہلے اہلِ ایمان کے عزم و حوصلہ کو آزمایا گیا کہ سیدُ الانبیاء اور خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی قربانی کے کس قدر جذبے سے سرشار ہیں۔ اس لئے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بشریت کے بلند ترین مقام یعنی منصبِ رسالت پر فائز تھے۔

Marfat.com

دُعا کا طریق اور اس کا اصل مقام

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بیٹھے ہوئے دُعا مانگتے کہ اے اللہ! یہ قریش کے جو لوگ چلے آرہے ہیں' تعداد ایک ہزار ہے' لوہے میں غرق ہیں ان کے پاس اتنا راشن ہے کہ روزانہ 100 اُونٹ ذبح کر ڈالتے ہیں' شراب پی رہے ہیں' رقص کرتے ہوئے اور جنگ سے پہلے سے فتح کا جشن منا رہے ہیں۔ اے اللہ! اس وقت جہاں پر بھی ان کا پڑاؤ ہے' وہیں پر زلزلہ آجائے اور سارے تباہ و برباد ہو جائیں۔ ایسا ہو سکتا تھا۔ اگر آپؐ یہ دُعا مانگتے تو یہ دُعا قبول ہو سکتی تھی' بغیر کسی جنگ اور جہاد کے بہت سی منزلیں طے کی جا سکتی تھیں لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت رکھتے تھے۔ جو کچھ اپنے پاس تھا' وہ تو لگا دیا یعنی سر پر کفن باندھ کر میدان میں آئے۔ اور اپنی ساری کمائی 313 آدمی' چھ سات تلواریں' چند گھوڑے اور چند اُونٹ ساتھ لئے۔ باری باری سب پیدل سفر کرتے۔ حتیٰ کہ اللہ کے رسول کی بھی باری مقرر تھی۔ صحابہؓ نے اپنی سواری پیش کی تو فرمایا کہ میں تو عدل قائم کرنے آیا ہوں۔ میں اپنی باری میں پیدل چلوں گا۔ تم سوار ہو گے۔ باگ پکڑ کر آپؐ پیدل اور اُمتی سوار جا رہے ہیں۔ یہ نظارہ بھی اللہ تعالیٰ نے دکھایا۔ کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ فاقہ کئے میدان جنگ میں آگئے اور اپنی ساری پونجی وہاں اکٹھی کر کے کہا: اے اللہ! میرے پاس جو کچھ بھی تھا' میں میدان میں لے آیا ہوں آج انہیں شکست ہو گئی تو پھر قیامت تک دنیا میں تیری عبادت نہ ہو گی۔ اس لئے کہ میں آخری رسول ہوں اور یہ میری آخری اُمت اور میرا کل سرمایہ ہے۔ آج اگر اس سرمائے کو شیطان چاٹ جاتا ہے' قریش کے لوگ انہیں ختم کر دیتے ہیں تو تیرا دین ختم ہو جائے گا۔ اس لئے آج تو فتح عطا کر دے اور سجدے میں گر گئے لیکن یہ سجدے میں گرنا میدانِ بدر میں اس جگہ ہوا' جہاں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ تھا۔ جہاں اللہ کی رحمت آج تک برس رہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گھٹنوں سجدے میں پڑے رہے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوم کا ورد کرتے رہے اور ایسا ہی غزوۂ اُحد میں بھی ہوا۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک بھی شہید ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہوئے' ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے اور پھر غزوۂ الاحزاب ہوا کیونکہ اب قریش سمجھ چکے تھے کہ مسلمانوں کو ختم کرنا تنہا ہمارے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے عرب کے قبائل میں دورہ کیا۔ وفد بھیجے اور ایک لشکرِ جرار اکٹھا کیا جس کی تعداد بعض روایات میں 10 ہزار اور بعض روایات میں 15 ہزار ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے مدینے کے اندر رہنے والے یہودی قبیلے بنی قریظہ کو بھی در پردہ اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ وہ موقع تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینے کے باہر خندق کھودی اور مدینے میں محصور ہو کر جنگ لڑی۔

اللہ کے راستے میں قربانی کی ایک مثال اور معجزہ

اسی موقع پر ایک اہم واقعہ بھی پیش آیا کہ سب لوگ خندق کھود رہے تھے اور محاصرے کے باعث کھانا باہر سے انہیں نہیں مل سکتا تھا اور بھوک کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ ایک صحابی نے

Marfat.com

آپؐ کو اپنے پیٹ کا پتھر دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ میرے پیٹ پر تو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ اس موقع پر اس ضُعف کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ صادر ہوا۔ ایک پتھر تھا جس کو تمام صحابہؓ توڑ توڑ کر تھک گئے مگر پتھر ٹس سے مس نہ ہوتا تھا اور پتھر بھی اتنا بڑا تھا کہ اگر وہ اس میں موجود رہتا تو خندق کے اندر سے دشمن کے آنے کا راستہ بن جاتا۔ اس لئے اس کو توڑنا ضروری تھا۔ صحابہؓ نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماجرا عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال ہاتھ میں لی اور ایک زوردار ضرب لگائی۔ اس پتھر میں سے ایک شرارہ نکلا اور پتھر کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ٹوٹ کر ایک طرف جا گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ روم کی سلطنت گئی۔ ایک اور ضرب لگائی اور پتھر میں سے ایک اور روشنی نکلی اور وہ چور چور ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ایران کی سلطنت گئی۔ یہاں منافقین بھی تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے کھڑے روم اور ایران کو فتح کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ پیشاب پاخانے کے لئے تو باہر جا نہیں سکتے۔ 21 دن تک یہ محاصرہ رہا۔ صحابہؓ بلکہ سارے ہی اہلِ مدینہ کو بڑی پریشانیاں آئیں۔ اسی دوران میں یہودیوں نے بھی اندر سے حملے کیے مگر مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ایک زوردار طوفان بھیجا' ٹھنڈی یخ ہوا اور طوفان نے قریش اور دیگر سب لشکر کا سامان' ان کے پکے ہوئے کھانے وغیرہ کو ہوا میں اُڑا دیا اور مجبوراً ابوسفیان کو اعلان کرنا پڑا کہ ہم یک طرفہ طور پر جنگ بند کرتے ہیں اور محاصرہ ختم کر کے واپس جاتے ہیں حالانکہ انہیں ذلیل و خوار ہو کر واپس جانا پڑا۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود ہی لڑنے کے لئے کافی ہے۔" (الاحزاب:25)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ سمیت غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد بھی سر کر چکے اور غزوۂ الاحزاب میں پوری پوری جواں مردی کا مظاہرہ کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی۔

مولانا ظفر علی خان کیا خوب کہتے ہیں:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر یہ انعامات کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ○

"اور اللہ نے ان کی زمین اور اُن کے گھروں اور ان کے مال اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہ

Marfat.com

رکھا تھا' تم کو وارث بنا دیا' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (الاحزاب:27)

مسلمان اس کے بعد جزیرۂ عرب پر بہت جلد قابض ہو گئے مگر اس کے باوجود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی اس طرح تھی کہ آپؐ کے گھر میں دو دو ماہ تک چولہا ہی نہ جلتا تھا۔ بہت عسرت' فقر اور زہد کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ غربت تھی یا ذرائع اور وسائل مہیا نہ تھے' سب کچھ موجود تھا خصوصاً جب یہود مدینہ کے چلے جانے کے بعد اموالِ فئے مسلمانوں کے ہاتھ میں آگئے اور خیبر کے فتح ہونے پر مسلمانوں کے ہاتھوں ان گنت غنائم لگے۔

ازواجِ مُطہّراتؓ کی ایک خواہش

اس وقت ایک مسئلہ پیدا ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے سوچا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو دے رہے ہیں جبکہ ان کے اپنے گھر میں نان و نفقہ کا معاملہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ سب نے مل کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نان و نفقہ کا مطالبہ کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے بہت رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک تمام بیویوں سے مقاطعہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ انہیں دولت چاہئے تو ایک ہی مرتبہ ڈھیروں دولت لے لیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلی جائیں اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں تو پھر ایسے ہی عسرت اور تنگ دستی میں گزارا کرنا ہو گا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک عظیم معجزہ-----واقعۂ تخییر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○
وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دے کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکو کار اور احسان والی ہیں' اللہ نے ان کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:28-29)

تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہیں تو دنیا اور کی زینت اختیار کریں اور چاہیں تو اللہ اور رسول کو اسی عسرت اور تنگی کے اندازِ زندگی کے ساتھ اختیار کریں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے

Marfat.com

کسی ایک نے بھی دنیا کی دولت کو اختیار نہیں کیا اور آخر وقت تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں زہد و تقویٰ سے مُزیّن زندگی کو اختیار کیا حتیٰ کہ وہ رات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری رات تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالقِ حقیقی سے مل رہے تھے' اس رات آپؐ کے گھر میں بتّی جلانے کو دیئے میں تیل موجود نہیں تھا اور آپؐ کی ذاتی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

ازواجِ مُطہّرات سے خصوصی خطاب

اسی آیت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے خطاب ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۚ

"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح سے نہیں ہو! اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے۔ بلکہ صاف سیدھی بات کرو' اپنے گھروں میں ٹک کر رہو' اور دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے تم اہلِ بیت سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ بے شک اللہ لطیف اور باخبر ہے۔" (الاحزاب:32-34)

مقبول اعمال

ازواجِ رسولؐ کی عظمت اور بڑائی کے ذکر کے بعد عام اہلِ ایمان کے اُن اعمالِ حسنہ کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں یقیناً مقبولیت کا درجہ رکھتے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ

Marfat.com

وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَ
الْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ
وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

"بے شک اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور عورتیں اور مومن مرد اور عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:35)

ایک قانون---- نبی کی کامل اطاعت ایمان کی بنیاد ہے

اس کے بعد ایک قانون کا ذکر ہے جس میں سارے اہلِ ایمان سے خطاب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جب کسی چیز کے بارے میں فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کو بھی دم مارنے کی مجال نہیں اس سلسلے میں ارشاد ہے:

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ ○

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔" (الاحزاب:36)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر دل سے راضی ہوں

اس کے بعد ایک اور اہم بات کہی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے تو کسی مومن مرد اور مومن عورت کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس فیصلے کو ناپسند کرے یا اس فیصلے کے مقابلے میں خود کوئی فیصلہ کرنے لگیں یا اس فیصلے پر تنقید کریں بلکہ اس کو دل سے ماننا پڑے گا۔ اور اگر یہاں دل راضی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ایمان نہیں!

حضرت زینبؓ سے نکاح

اس خوبصورت تمہید کے بعد پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے معاملے کا ذکر کیا جس کو ہم اس سورۃ کی ابتدا میں قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں۔ اس پر جب اہلِ عرب نے ایک طوفان برپا کیا یعنی آپؐ کے خلاف پراپیگنڈہ کیا گیا تو فرمایا کہ آپؐ اس سے پریشان نہ ہوں کیونکہ ازل سے یہ معاملہ یوں ہی جاری ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے دینِ حق کو مِنْ و عَنْ پہنچاتا ہے تو نفس کے غلام بندے ان پر طعن و تعریض ضرور کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر ان اہلِ عزیمت کی شان یہ ہوتی ہے:

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ○

"اور جو لوگ اللہ کا پیغام جوں کا توں پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں' وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ خود ہی حساب کرنے والا کافی ہے۔" (الاحزاب:39)

مسئلہ ختمِ نبوت

اس کے بعد ایک اہم ترین مسئلے کی جانب توجہ دلائی کہ یہ سارا طوفان اس وجہ سے ہے کہ حضرت زیدؓ کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی جاتی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۠

"اور محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے نبی اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے" (الاحزاب:40)

آیتِ مذکورہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمُ النبیین ہونے یعنی آخری رسول ہونے کا ذکر ہے۔ آپؐ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور ہر مدعیِ نبوت کا کاذب و کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔

مدعیِ نبوّت سے دلیل مانگنا کفر ہے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان تو یہاں تک واضح ہے کہ اگر کوئی شخص آپؐ کے بعد کسی مدعیِ نبوت سے اس کی نبوت پر دلیل طلب کرے تو کافر ہو جائے گا کیونکہ دلیل طلب کرنا شک و شبہ کے باعث ہوتا ہے اور آپؐ کے

Marfat.com

خاتم النبین ہونے میں تو شک کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ اس مقام پر اس بحث کی تفصیل کی گنجائش نہیں' بس ایک حدیث کا ذکر ہی کافی ہو گا۔ البتہ جو حضرات اس مسئلے کی تمام تر تفصیلات جاننا چاہیں' انہیں مفتیِ اعظم پاکستان جناب مفتی محمد شفیع رحمتہُ اللہ علیہ کی کتاب "ختمِ نبوت" کا مطالعہ کرنا چاہئے جس میں کم از کم ایک صد آیات قرآنی اور بے شمار احادیث سے اس مسئلے کی حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک متواتر حدیث ہے:

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

"میں خاتم النبین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔" (بخاری)

اس کے بعد اہلِ ایمان کو بروقت اللہ کی یاد کی تلقین کی گئی اور نبیِٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر آیا اور اسی ذکر کے دوران میں معاشرتی مسائل کے ضمن میں "طلاق" کے ایک مسئلے کی وضاحت کی گئی جس کی تفصیلات سورۃِ بقرہ میں گزر چکی ہیں اور اس ذیل میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور معاشرتی خصوصیت کا یوں ذکر فرمایا:

نبیِٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیّت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۡ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

"اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپ کی بیویاں جن کو آپ نے مہر دے دیئے ہیں' حلال کر دی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈیاں جو اللہ نے آپ کو بطور مالِ غنیمت دلوائی ہیں۔ آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموؤں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جو آپ کے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی مومن عورت اگر اپنا آپ نبیٔ کو ہبہ کر دے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی حلال ہیں اور یہ اجازت خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے' سب مسلمانوں کے لئے نہیں۔" (الاحزاب؟5)

Marfat.com

کثرتِ ازواج کی مصلحتیں

آیتِ مذکورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید نکاح کی اجازت مشروط طور پر دے دی گئی۔ اس آیت کی بنیاد پر مستشرقین اور اہلِ مغرب نے ایک طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اللہ ربُّ العزّت کی طرف سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر نکاحوں کی اجازت اور ازواج کی کثرت کی اجازت کیوں دی گئی؟ اس سلسلے میں ایک مفصّل اور مبسوط تحریر کی ضرورت ہے جس کا اجمال یوں ہے:

آپؐ کی ذات سراپا رحمت تھی اور آپؐ کی زندگی کا بنیادی مقصد قرآنی تعلیمات کا عام کرنا اور دینِ حق قبول کرنے والے لوگوں کے نفوس کا تزکیہ کرنا تھا۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی تعلیمات اور راہنمائی کی ضرورت تھی۔ خواتین کے مسائل' بیویوں کے حقوق و فرائض' اولاد کی تربیت و پرورش اور عائلی زندگی کے دیگر معاملات کی راہنمائی کے لئے آپؐ کو تعدّدِ ازواج کی اجازت دی گئی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی جوانی کا سارا عرصہ اپنی غمگسار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارا۔ حضرت خدیجہؓ پینسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئیں۔ اس وقت آپؐ کی عمر 50 برس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینسٹھ سالہ ضعیف خاتون کے ساتھ نباہ کیا اور دوسری شادی نہ فرمائی۔ انؓ کے انتقال کے بعد آپؐ نے جن خواتین سے نکاح کیا وہ اکثر بیوگان اور عُمر رسیدہ تھیں۔ ان میں سے اکثر کی عمر 55 سال سے بھی متجاوز تھی۔ اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان شادیوں کا اصلی مقصد تبلیغِ دین تھا۔ کہیں کہیں سماجی اور سیاسی مقاصد بھی نظر آتے ہیں۔ اس موضوع پر راقم کی کتاب "خطبات حرم" میں ایک مبسوط مقالہ موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ازواجِ مطہّرات نے علم و تربیت کے میدان میں شاندار خدمات بھی سرانجام دیں۔ بطورِ مثال دو ازواج مطہّرات کا ذکر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل' اخلاق و آداب اور سیرت سے متعلّق دو ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپؐ کو روایت و درایت اور فقہ و فتاوٰی میں ایک بلند ترین مقام حاصل تھا۔ جبکہ دو صد سے زائد انؓ کے شاگرد ہیں اور آپ نے وفاتِ نبویؐ کے بعد اڑتالیس برس تک علومِ نبوّت کی شمع کو روشن کیئے رکھا۔

اس طرح حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی احادیث کی تعداد تین سو سے زائد ہے جبکہ حافظ ابنِ قیم کے بقول "اگر اُمِّ سلمہؓ کے فتاوٰی کو جمع کیا جائے تو ایک رسالہ مرتّب ہو سکتا ہے۔"

اس کے علاوہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نکاح سیاسی و معاشرتی مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔ مثال کے طور پر حضرت اُمِّ حبیبہؓ (رملہ بنتِ ابی سفیان) سے نکاح کے بعد ابو سفیان اور قریش اہلِ مدینہ پر حملہ کرتے نظر نہیں آتے۔ یہودی سردار کی بیٹی حضرت صفیہؓ سے نکاح کے بعد یہود مدینے پر فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 علماء اور حُفّاظِ قرآن کو نجد میں تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا۔ ان

Marfat.com

ظالموں نے سب کو قتل کر دیا۔ سردارِ نجد کی بہن حضرت میمونہؓ سے نکاح کے بعد اہلِ نجد ایسی حرکت دوبارہ کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔

الحاصل آپؐ کے تعدّدِ ازدواج کا مسئلہ ذاتی نہیں بلکہ اُمّتِ مسلمہ کی فلاح اور علم و عرفان پھیلانے کے لئے تھا۔

ایک معاشرتی ادب

قرآنِ مجید کے مضامین پر غور کرتے وقت اگر بصیرت سے کام لیا جائے تو ہر قدم پر ہمیں زندگی کے پیچیدہ مسائل و معاملات میں راہنمائی حاصل ہوگی۔ آدابِ معاشرت کے ذیل میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ط اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ط وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ط وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ط

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا چاہئے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات نبیؐ کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرم کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ سچی بات کہنے میں شرم نہیں کرتا اور جب نبی کے اہلِ خانہ سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور تم کو یہ مناسب نہیں کہ تم نبی کو تکلیف دو اور نہ ہی ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرنا۔" (الاحزاب:52)

جس کام کو جہان میں آیا تھا تو نظیر
خانہ خراب تجھ سے وہی کام رہ گیا

ہم اس سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم پہ اللہ کی یہ وعید صادر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بارِ امانت اٹھانے کی توفیق اور قرآنِ مجید کی معرفت نصیب فرمائے۔ (آمین)

Marfat.com

درود شریف سے متعلّق ایک اہم نکتہ

اس کے بعد ایک بہت دلچسپ موضوع ہے۔ راقم اپنے دوست علماء سے اکثر پوچھتا ہے کہ ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں' اس کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ اس پہ دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اس کا فائدہ کیا ہے؟ اس سورۃُ الاحزاب کی دو آیتوں کو ایک ساتھ پڑھیں۔ دیکھیں کتنی اہم بات سامنے آتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

(الاحزاب:56)

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○

"(اے نبیؐ) اللہ وہ ذاتِ گرامی ہے کہ وہ تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کے روشنی میں لے آئے۔" (الاحزاب:43)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اندھیروں میں پڑا ہے اور روشنی کا طالب ہے تو اُسے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی تعلق پیدا کرنا چاہئے اور اس کام کے لئے اسے درود شریف کی کثرت کرنا چاہئے۔ وہ شخص جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر درود بھیجیں گے (فرشتے بھی)۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رحمانی درود کے ذریعے اسے ظلمت سے نکال کر روشنی میں لے آیا جائے گا۔

پردے کا حکم

اسی سورہ میں پردے کے احکام ہیں۔ کیونکہ منافق مومن عورتوں کو ایذا دیتے اور راستہ چلتے تنگ کرتے ان حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعدد مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر چکے تھے کہ اہلِ ایمان عورتوں کو ضرورت کی غرض سے نکلنا پڑے تو پردے میں نکلنا چاہئے تاکہ پہچان رہے کہ یہ پردہ دار خواتین اہلِ ایمان میں سے ہیں۔ اس پر حکم نازل ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ

Marfat.com

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں۔" (الاحزاب:59)

اس سے یہ بھی اندازہ ہوا کہ سر اور سینے کے ساتھ ساتھ چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے۔

اس حکم کے نزول کے بعد اہلِ ایمان عورتوں کو پردے کا پابند بنایا تو منافقوں کو بھی تنبیہہ کر دی کہ اگر اب پہچان کے باوجود بھی تم نے مومن عورتوں کو ستایا تو تم مدینے میں نہ رہ سکو گے نیز یہ کہ شہر بدر کرنے کے علاوہ ہم تمہیں یہ بھی سزا دیں گے:

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

"پھٹکارے ہوئے ہو گے۔ جہاں پائے جاؤ گے' پکڑے جاؤ گے۔" (الاحزاب:61)

آیت کے اس حصّے میں تو جوانوں کو خصوصاً تنبیہہ ہے کہ مومن عورتوں کو سرِراہ چھیڑنے اور تنگ کرنے کی سزا اللہ تعالیٰ نے لعنت اور پھٹکار بتائی ہے۔ دورِ حاضر میں جہاں عورتوں کے پردے کے سلسلے میں ہم سے مسلسل خطاء سرزد ہو رہی ہے' وہاں نوجوانوں کی اکثریت بھی عورتوں کو تنگ کرنے کی عادی اور مجرم بنتی جا رہی ہے اور دونوں کا نتیجہ اللہ کی ناراضگی کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

جہنّم میں ایک بددُعا

اس کے بعد کُفّار کے دیرینہ سوال کا ذکر فرمایا کہ وہ قیامت کا حتمی اور یقینی علم اور وقت آپؐ سے پوچھتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں اور اس کے بعد جہنّم کی سزا کا ذکر ہے۔ اس مقام پر ایک بڑا ہی نازک معاملہ بیان کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ○
رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○

"(اہلِ دوزخ) کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں راہِ راست سے بہکا دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دُگنا عذاب دے اور اُن پر بڑی لعنت کرنا۔"
(الاحزاب:68)

یہ دُعا اور پکار اہلِ دوزخ کی ہے جو اپنے برے اعمال اور بروں کی تربیت کے باعث دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ وہاں وہ اللہ سے عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ! ہمارے جن بڑوں نے ہمیں راہِ راست نہ دکھائی اور ہمیں بہکایا ان کو دُگنا عذاب دے۔ اب غور کیجئے کہ یہ بڑے کون لوگ ہیں؟

Marfat.com

1- والدین
2- اساتذہ
3- مشائخ وعلماء
4- حکمران
5- سیاستدان وغیرہ

یہ لوگ قوم کی تربیت اور قوم کے کردار کو درست کرنے یا بگاڑنے کے ذِمّہ دار ہیں۔ اگر مذکورہ طبقات میں سے کوئی طبقہ یا کسی طبقے کا کوئی فرد قوم کے ساتھ اپنے مفاد کی خاطر غلط معاملہ کرتا ہے یا قوم کے لئے راہِ راست سے دوری کا باعث بنتا ہے تو اس کو اسی دنیا میں اپنے زیر دستوں کی اس پکار اور دعا کو دل کے کانوں سے سن کر اپنا رویّہ درست کرلینا چاہئے وگرنہ کل قیامت کے دن اس پر ندامت اور خجالت کے ساتھ ساتھ لعنت بھی ڈالی جائے گی۔

ایک اہم ترین بات--اعمال درست کرنے کا بہترین ذریعہ

اس ذکر کے بعد ایک بڑی ہی سیدھی بات فرمائی۔ جو دین کا جوہر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔" (الاحزاب:70-71)

اس آیت میں چند احکام ہیں:

1- اللہ سے ڈرو (یہ تعلیماتِ اسلامی کا جوہر اور مقصد ہے۔)
2- سیدھی بات کہا کرو۔

جب اللہ کا خوف دل میں ہو تو انسان جھوٹ سے از خود متنفر ہو جاتا ہے اور پھر اس سیدھی بات کا اثر و نتیجہ لازماً نکلتا ہے کہ انعاماتِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔

پہلا انعام یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہمارے اعمال اور ہمارے معاملات کو از خود درست فرما دیتے ہیں اور آخرت میں ایسے انسانوں کو بخش دیا جاتا ہے اور مومن پر تو ویسے ہی لازم ہے کہ وہ سیدھی بات کہے کیونکہ اس نے اللہ کی امانت اٹھا رکھی ہے۔

انسان کا بارِ امانت اٹھانا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط

"ہم نے اپنی ایک امانت آسمانوں' زمین' پہاڑوں کے سامنے پیش کی۔ سب ڈر گئے اور اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکاری ہو گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔" (الاحزاب:71)

انسان نے بارِ امانت اٹھا تو لیا لیکن ظالم اور جاہل نکلا۔ اٹھانے کا حق ادا نہیں کیا اور اس امانت کی حقیقت سمجھنے سے بھی گریز کیا۔ یہی بات سورۃُ الجمعہ میں ایک اور انداز میں بیان فرمائی گئی۔

"ان لوگوں کی مثال کہ جنہوں نے توریت کا بوجھ اٹھالیا لیکن پھر اٹھانے کا حق ادا نہیں کر سکے' اُن کی مثال اس گدھے کی ہے جو مقدّس کتابیں لادے پھرے۔"

آں محقق بود' نہ دانشمند
چارپائے براو کتابے چند

اگر گدھے کے اوپر بھی توریت' زبور اور انجیل کے بڑے بڑے نسخے لاد دیئے جائیں تو وہ گدھا نہ تو حاملِ توریت بنے گا' نہ صاحبِ انجیل اور نہ ہی صاحبِ زبور بن سکے گا۔ اگر ایسے ہی کوئی مسلمان گھروں میں قرآن کو سبز غلافوں میں سجا سجا کے رکھیں تو اس سے وہ نہ صاحبِ قرآن بن سکیں گے اور نہ ہی صاحبِ ایمان۔ اس لئے کہ ایمان کا مصدر و منبع تو قرآن کی بامعنی تلاوت ہے۔ میر نے کہا تھا کہ

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا

اگر اٹھالائے تھے تو راستے میں نہ گراتے اور اٹھانے کا حق ادا کرتے۔

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

اصل میں امانت سے مراد خلافت ہی ہے اور بعض لوگوں نے اس سے قرآنِ مجید مراد لیا ہے۔ یہ بھی درست ہے کیونکہ درحقیقت خلافت کا اصل دستور قرآنِ مجید ہی ہے۔

وعدو وعید

اس سورۃ کا اختتام وعدہ و وعید پر ہے کہ جو لوگ ہمارے اس بارِ امانت کو اٹھانے کے بعد امانتداری کا حق ادا کر رہے ہیں' ان کے لئے بخشش اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے منہ موڑ لیا' ہم نے انہیں قصے کہانیاں بنا دیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

Marfat.com

سبا

نام

قومِ سبا کے ذکر کی مناسبت سے یہ علامتی نام ٹھہرا۔

زمانۂ نزول

سن 6 نبوی کے لگ بھگ زمانے میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔

مضامین

کُفّارِ مکّہ تمسخر' استہزاء اور لغو باتوں کی شکل میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر طنز و اعتراض کرتے تھے۔ ان کے ازالے کے ساتھ کُفّار کو ان کی ہٹ دھرمی اور تعصّب پر تنبیہہ کی گئی کہ تم اس قسم کی لغو حرکات سے باز آجاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی قومِ سبا سے مختلف نہ ہو گا جو دولت و حشمت کی علامت سمجھے جاتے تھے مگر آج فقط ان کی داستان ہی نشانِ عبرت ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی اس سورۃ کا حصّہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر پر نعمتوں میں اضافے کی نوید ہے اور اس کے بعد غور و تدبر کی دعوت ہے تاکہ مخاطبین جس انجام کو چاہیں' پورے یقین کے ساتھ منتخب کرلیں۔

اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں ایمان' عملِ صالح اور حق کی عظمت کا ذکر ہے نیز تکبر' تکذیب اور باطل اعمال کی بے ثباتی کا تذکرہ اس سورۃ کا طرۂ امتیاز ہے۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی بے مثال ملکیت کے ذکر کے ساتھ ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہلِ مکّہ کے ایک قول کا ذکر ہے کہ جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ قیامت ضرور واقع ہوگی تو ان کو اس پر تعجب ہوا کہ ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو دوبارہ کیونکر زندہ ہوں گے۔

کُفّار کا آخرت پر تعجّب

کفار کے اس تعجّب کا اظہار ان الفاظ میں ہے:

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہَلۡ نَدُلُّکُمۡ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمۡ اِذَا مُزِّقۡتُمۡ کُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّکُمۡ لَفِیۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۞ اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمۡ بِہٖ جِنَّۃٌ ؕ

"اور کافر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو ہمیں خبر دیتا ہے کہ جب تم مر کر بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا ہو گے۔ یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے۔"

(سبا:7-8)

شاید کُفّارِ مکّہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و وسعت کو حقیقتاً نہ جانتے ہوں مگر یہ ہرگز ممکن نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر کا روزمرہ مشاہدہ کرتے تھے اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و صداقت پر بھی ان کا لازوال اعتماد تھا مگر ان کو تعجب اس لئے ہوا کہ وہ اس دنیا کے علاوہ کسی اور زندگی کے قائل ہی نہ تھے جبکہ ہر آسمانی دین اپنی تعلیمات کا آغاز اسی نکتے سے کرتا ہے کہ "موت کے بعد محاسبہ لازم ہے" اور آج ہماری حالت بھی کچھ ایسی ہی ہے کیونکہ آخرت کے ذکر سے ہمیں طبعی طور پر ذرا کدورت محسوس ہوتی ہے۔ یہاں اس بات کو خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا۔ اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام پر انعامات کا ذکر ہے۔

حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ

"اور بے شک ہم نے داوٗد کو اپنی طرف سے برتری عطا کی تھی۔" (سبا:10)

Marfat.com

اللہ ربُّ العزت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو درج ذیل خصوصیات کے ساتھ فضیلت عطا کی تھی۔

1- ان کے ساتھ پہاڑ' چرند' پرند تسبیح میں شریک ہوتے تھے۔

2- لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی مانند نرم ہو جاتا تھا جس سے داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے کیونکہ ہر دور میں آلات حرب اور دفاعی آلات کی تیاری ایک خاص ضرورت رہی ہے۔ اس دور کے فنونِ حرب کی مناسبت سے زرہ ایک اہم ترین دفاعی سامان تھا۔

اس مقام پر ایک وضاحت ضروری ہے کہ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ داؤد علیہ السلام اس فن کے موجد ہیں کہ لوہے سے زرہ کیسے بنائی جاتی ہے۔ کڑیاں جوڑنے اور اس میں ڈیزائن کا ایک اچھوتا انداز انہوں نے ہی دیا تھا۔ جبکہ قرآنِ مجید کے الفاظ سے یہ بات جھلک رہی ہے کہ "لوہا آپ کے ہاتھ میں موم کی مانند نرم ہو جاتا تھا" اور پھر اس سے جس طرح آپ چاہتے کام لیتے۔ اگر آپ کا ایک فن کا موجد ہونا ہی اس مقام پر بطور نعمت مذکور ہے تو پھر لازماً ہمیں ان تمام ایجاد کرنے والوں کو مقامِ نبوت کا حامل اور صاحبِ معجزہ ماننا چاہیے جنہوں نے مختلف چیزوں کو ایجاد کیا حالانکہ یہاں صاحبِ ایجاد ہونے کا ذکر نہیں بلکہ "صاحبِ اعجاز" ہونے کا ذکر ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے والد گرامی سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرح بے شمار معجزات سے نوازا تھا' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ آپ اس دور کے اعتبار سے مہینے بھر کی مسافت چند گھنٹوں میں طے کر لیتے کیونکہ ہوا آپ کے تخت کو اڑا لے جاتی۔

ب۔ یمن کے علاقے میں تانبے کا چشمہ آپ کے لئے بہایا گیا جس سے آپؑ کے خُدّام جِنّات مختلف قسم کے برتن تیار کرتے۔

انبیاء پر کی گئی ان نعمتوں کے ذکر کے بعد جو بات ارشاد فرمائی' وہ ہمارے لئے قابلِ غور ہے:

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○

"اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا' اس کو ہم جہنّم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔"

(سبا:12)

گویا یہ انعامات اور معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت پہچاننے کے لئے ہیں اور اگر بایں ہمہ اس کی عبادت و قدرت سے انکار کیا گیا تو پھر نسبت ناطہ کام نہ دے سکے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرما دیں گے۔ اسی لئے بعد میں یہ حکم دیا گیا:

Marfat.com

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

"اے داؤد کی اولاد میرا شکر ادا کرو۔" (سبا:13)

اہلِ سبا اور اہلِ مکّہ میں مشابہت

اس کے بعد اہلِ مکّہ کی فہمائش کے لئے سورۃ کے اصل مضمون کو یوں بیان فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ○

"اہلِ سبا کے لئے ان کی رہائش کی جگہ میں ایک نشانی تھی۔ دو باغ تھے۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف۔ (تاکہ) تم کھاؤ اپنے رب کا رزق اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہاں رہنے کو صاف ستھرا اور پاکیزہ شہر اور وہاں قیامت میں اللہ بخشنے والا۔ انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔" (سبا:16-17)

اس آیت میں اہلِ مکّہ سے ایک مناسبت بھی بتائی گئی کہ جیسے شہرِ مکّہ میں امن و سکون اور کھانے کو ہر طرح کے میوے بافراط ہیں' ایسی ہی حالت اہلِ سبا کی بھی تھی۔ ان کے کُفر اور ناقدری کے سبب ان کے پاس کچھ نہ بچا اور یہی حال تمہارا ہو گا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چند سال بعد ہی یہ لوگ بدترین قحط کا شکار ہوئے۔

اس مقام پر ہم اگر اپنے احوال کا تجزیہ نہ کریں تو یہ بھی ظلم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ عالم کو عموماً اور مسلمانانِ پاکستان کو خصوصاً ہمہ قسم نعمتوں سے نوازا مگر ہم مسلسل ناقدری کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ کبھی کبھار تو ان حالات میں خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اسی کفرانِ نعمت کے وبال کا شکار نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔

اللہ تعالیٰ مددگاروں سے بے نیاز ہے

اس کے بعد توحید سے متعلق حقائق ارشاد ہوئے:

Marfat.com

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○

"کہہ دیجئے! جن کو تم اللہ کے علاوہ اپنا معبود خیال کرتے ہو' ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی ان میں ان کی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔" (سبا:22)

شفاعت

میدانِ حشر میں کُفّار کے لئے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہو گا اور انہیں سخت سزا ملے گی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط

"اور اللہ کے ہاں کسی کے لئے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت دے۔" (سبا:23)

نبوّتِ محمدی---- عظیم آفاقی نعمت

عقیدۂ آخرت کی وضاحت کے بعد اہلِ زمین پر کئے گئے سب سے بڑے انعام کا ذکر ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

"اے نبیؐ! ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

(سبا:28)

جیسے قرآنِ مجید کا یہ اعزاز ہے کہ یہ کتاب پوری انسانیت کے لئے آئی ہے ایسے ہی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء آئے' وہ کسی خاص علاقے' خاص قوم اور ایک مقررہ وقت کے لئے تھے۔

؎ شاہبازِ لامکانی شانِ اُو
رحمۃٌ لِّلعالمینی شانِ اُو

آخرت میں گمراہ لیڈروں اور ان کے پیروکاروں کی ایک دوسرے پر الزام تراشی

اہلِ مکّہ کی ہٹ دھرمی ملاحظہ کیجئے کہ نعمت کی قدردانی کی بجائے الٹا یہ سوال کیا کہ عذاب کب آئے گا؟ اس

Marfat.com

سلسلے میں میدانِ حشر میں کُفّار کی حالت کی منظر کشی ان آیات میں کی گئی:

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَ لَا بِالَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۖۚ یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ ۨ الۡقَوۡلَ ۚ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لَوۡ لَاۤ اَنۡتُمۡ لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ ○

قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰکُمۡ عَنِ الۡہُدٰی بَعۡدَ اِذۡ جَآءَکُمۡ بَلۡ کُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِیۡنَ ○

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا بَلۡ مَکۡرُ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّکۡفُرَ بِاللّٰہِ وَ نَجۡعَلَ لَہٗۤ اَنۡدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَۃَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ؕ وَ جَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِیۡۤ اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ ہَلۡ یُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ○

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡہَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِہٖ کٰفِرُوۡنَ ○

وَ قَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا ۙ وَّ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ○

"اور جو کافر ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے کی ہیں۔ کاش! ان ظالموں کو تم اس وقت دیکھو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ردّو کد کر رہے ہوں گے۔ جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے۔ بڑے لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے جب وہ تمہارے پاس آچکی تھی' کب روکا تھا؟ بلکہ تم ہی گناہ گار تھے اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ تمہاری رات دن کی چالوں نے ہمیں روکا تھا جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیمان ہوں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ پس جو عمل وہ کرتے تھے' ان ہی کا ان کو بدلہ ملے گا اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو' ہم اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہا کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہو گا۔" (سبا: 31-35)

Marfat.com

غلط فہمی کا ازالہ

ان آیات میں حشر کی منظر کشی کے ساتھ کُفّار کے ایک باطل خیال کا ذکر ہے کہ ہماری اولاد اور ہمارے مال کی کثرت ہمیں عذاب سے بچانے کا باعث بن جائے گی۔ اس غلط فہمی کا ازالہ یوں فرمایا:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○

"اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ ہاں! ہمارا مقرب وہ ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا اور وہ دلجمعی کے ساتھ بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔" (سبا:37)

کُفّار کے تین مشہور اعتراضات:

آخرت کے مدارِ نجات کو بیان کرنے کے بعد مشرکوں کے احوال کا ذکر ہے اور دنیا میں ان کی گمراہی کے سبب کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○

"اور جب ان کو ہماری روشن آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ تمہارے باپ دادا جن چیزوں کی عبادت کرتے تھے' ان سے تم کو روک دے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن محض جھوٹ ہے جو اس نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور ان کافروں کے پاس جب حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔" (سبا:43)

مذکورہ آیت میں کُفّار کے تین اعتراضات یا اقوال ہیں جو وہ قرآنِ مجید اور خود نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بارے میں کرتے تھے۔

الف۔ یہ ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے طور طریقے سے ہٹانا چاہتا ہے۔ اس بارے میں اس سے قبل متعدد مقامات پر ذکر ہو چکا کہ وہ گمراہی کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی سینے سے لگائے بیٹھے تھے۔

ب۔ یہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا من گھڑت ہے حالانکہ ان کو متعدد بار اس کی نظیر لانے کو کہا گیا اور وہ اس

Marfat.com

سے عاجز رہے۔
ج۔ یہ کُھلم کھلا جادو ہے۔

مرض بے یقینی

کُفّار کے ان اعتراضات کے بعد غور و تدبر کی دعوت ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے کہ میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ اور اس کے بعد سورۃ کا اختتام کفر کے نکتۂ آغاز کی وضاحت پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ○

"بے شک وہ الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔" (سبا:54)

انسانی زندگی میں سب سے زیادہ خطرناک کیفیت بے یقینی کی ہے۔ ایسی صورت میں انسان نہ کسی مفید بات پہ اتنا یقین رکھتا ہے کہ اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اٹھا سکے اور نہ ہی کسی نقصان دہ بات کے نقصان پہ اتنا یقین رکھتا ہے کہ عملاً اس سے بچ کر اس کے نقصان سے بچ سکے۔ ہر وقت شک اور گومگو کی کیفیت اسے کہیں کا بھی نہیں چھوڑتی۔

؎ سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

Marfat.com

فاطر

نام

فاطر وجودِ باری تعالیٰ عزّاسمہ کا اسم صفت ہے اور اس سورت کی پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

زمانۂ نزول

مکّی زندگی کے آخری دور یا دور متوسّط کے آخری حصّے میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔ اس دور میں کُفّار کی مخالفت شدّت پکڑ چکی تھی۔

مضامین

یہ ساری سورت بشارت، تسلّی اور نصیحت پر مشتمل ہے۔ اس میں اہلِ ایمان کے لئے بشارت، نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی و حوصلہ افزائی اور کُفّار کے لئے نصیحت ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جس بات کی دعوت دے رہے ہیں اور تم اپنے تئیں اس کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہو، اس دعوت کو قبول کر لینے میں خود تمہارا ہی بھلا ہے۔ تمہاری مکاری و چال بازی خود تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے۔ زمین و آسمان کا خالق اور مالک تو احکمُ الحاکمین ہے جس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں۔ اللہ ربُّ العزت نے انسان کو ایک بوند پانی سے پیدا کیا اور آفاق و کائنات کی چیزیں بھی جو روز مٹتی اور بنتی ہیں، ان تمام کا موجد و خالق بھی وہی سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی قیامت کے روز سب کو زندہ اٹھائے گا۔ موت کے بعد تم کیوں نہیں زندہ کئے جا سکتے؟

یہ سب باتیں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری بھلائی کے لئے تمہیں بتاتے ہیں۔ اس میں ان کا کوئی ذرہ برابر بھی دنیوی مفاد نہیں۔

ایمان، ہدایت، صلوٰۃ و زکوٰۃ اور تزکیۂ نفس کی عظمت اور تکذیب و ضلالت اور کفر سے بچنے کی تلقین اس سورۃ میں خصوصاً بیان ہوئے ہیں۔

Marfat.com

تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ کا آغاز حمد و ثنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ذکر سے ہے۔ فرشتوں کی تخلیق کا ذکر بھی پہلی آیت میں ہے۔

فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پَر ہیں وہ اپنی مخلوقات میں جو چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔"

(فاطر:1)

فرشتوں کے مخلوق ہونے کا خصوصی ذکر اس وجہ سے ہے کہ اہلِ مکّہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کی بابت فرمایا کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ دنیا میں ہر شخص کے عیوب اور گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے کیونکہ یہ دنیا دارُالامتحان اور آخرت کی کھیتی ہے اور پھر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ دلانے کے لئے کُفّار کی عادت کا ذکر فرمایا:

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

"اور اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی انبیاء کو جھٹلایا گیا اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ لوگو! اللہ کا وعدہ سچّا ہے، اس لئے دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے اور فریبی شیطان تمہیں فریب نہ دے۔" (فاطر:4-5)

Marfat.com

شیطان کا ازل سے یہی کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راہِ حق سے بھکاتا رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے مکرو فریب سے آگاہ کرنے کے لئے انبیاء و رُسل کو مبعوث کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بڑائی کا ذکر کرکے مخلوقِ الٰہی کو راہِ ہدایت دکھاتے ہیں۔

قدرتِ الٰہی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفت کی نشانیوں کا ذکر ہے مثلاً:

1- ہواؤں کے ذریعے سے بادلوں کو بنجر علاقوں تک پہنچا کر ان کو سیراب کرنا اور اس مردہ زمین میں روئیدگی اور حیات پیدا کرنا۔ یہ سلسلہ حیات بعد الموت کے لئے بھی ایک دلیل ہے۔

2- اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق مٹی سے کی اور پھر اسے نطفے سے پیدا کیا۔

3- اللہ تعالیٰ دو متضاد ذائقوں کے پانی کو ایک ہی دھارے میں الگ الگ ٹھہرائے رکھتا ہے۔

4- اس نے پانی میں کشتیوں کو ٹھہرا کر انسان کو نقل و حمل کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

5- رات اور دن کا اختلاف پیدا کیا۔

6- وہ سورج، چاند اور ستاروں کو اپنے مدار میں قائم رکھ کر کائنات کے نظام کو مربوط کئے ہوئے ہے۔

عزّت کی تلاش

ایسے قادرِ مطلق رب کو چھوڑ کر یہ سادہ لوح انسان عزّت کی تلاش میں در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ قاعدہ ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ

"جو شخص عزّت کا طلب گار ہے تو عزّت ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات اور نیک اعمال بلند ہو کر پہنچتے ہیں۔" (فاطر:10)

معبودانِ باطل کی عاجزی و درماندگی

اسکے بعد کفارِ مکّہ کو ان کے معبودوں کی حقیقت واضح الفاظ میں سمجھانے کے لئے فرمایا:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○

"اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں گے اور اگر سُن بھی لیں تو تمہاری بات قبول نہ کر سکیں گے اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور اللہ خبیر کی طرح تم کو کوئی خبر نہ دے گا۔ لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔" (فاطر:14-15)

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃُ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر دُعا مانگو بتوں سے جن کو تم شریک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو وہ نہیں سنتے تمہارے پکارنے کو کیونکہ وہ بے جان ہیں اور اگر تمہارا پکارنا سن بھی لیں تو تمہارا مدعا پورا نہ کر سکیں گے۔ اس لئے کہ انہیں قدرت نہیں فائدہ پہنچانے کی اور نقصان دور کرنے کی۔"

جب یہ حقیقت واضح ہو گئی تو فرمایا کہ سارے ہی انسان حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اسی لئے اسی کے آگے **سربسجود** ہو کر اس کو پکارنا چاہئے۔

کُفّار کو ہمیشہ شیطان کی جانب سے ایک فریب دیا جاتا ہے کہ روزِ آخرت اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے معبود ہماری سفارش کریں گے اور ہماری غلطیوں کا بوجھ اپنے سر لے لیں گے۔ جیسا کہ عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں اور دور حاضر کے بعض نام نہاد مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس کے رد میں اللہ ربُّ العزت نے فرمایا:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ

"اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی بوجھ کے نیچے دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔" (فاطر:18)

ایک جائزہ-ایک تقابل

اس کے بعد ایک تقابلی جائزہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۙ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۚ○ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○

"اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے' اور تم ان کو جو قبروں میں مدفون ہیں' نہیں سنا سکتے۔" (فاطر:19-22)

Marfat.com

اس مقام پر مومن کو آنکھ والا' نور' سایہ' زندہ اور کافر کو اندھا' تاریکی' دھوپ اور مردہ قرار دیا اور پھر فرمایا کہ مردے نہیں سنتے۔ اس ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں زیارتِ قبور کا طریقہ بیان کیا گیا کہ قبرستان میں داخلہ کے وقت یوں کہا جائے:

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ"

تو اگر مُردے نہیں سنتے تو پھر کہنے کا فائدہ تو اس کا جواب شاہ عبدالقادر رحمتُہ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ

"حدیث میں ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو' وہ سُنتے ہیں اور بہت جگہ مردے کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ روح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہوا دھڑ نہیں سن سکتا۔"

اہلِ علم کی عظمت

ان حقائق کے بعد اہلِ کفر کا ایک عالمگیر طریقہ بتایا کہ وہ ہر نبی کو اس کے سامنے جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایک عرصے تک مہلت کے بعد گرفت میں لے لیتے ہیں مگر اس مہلت کے دوران میں انہیں تدبر و تفکر کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ اس لئے اِن مکّہ والوں کے لئے توحید کے مسئلے پر دلائل کو واشگاف انداز میں بیان کیا اور فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ○
لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○
وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○
جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ○
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○
الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا

Marfat.com

يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ○
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ
عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ○
وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۚ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا
نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۚ
فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ○

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا ہے' اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں' یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کی توقع رکھتے ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہو گا۔ اس تجارت میں انہوں نے اپنا سب کچھ اس لئے کھپایا ہے تاکہ اللہ ان کے اجر ان کو پورے کے پورے دے اور فضل سے ان کو مزید عطا فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور قدر دان ہے۔ اے نبیؐ! جو کتاب ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجی ہے' وہی حق ہے' تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آئی تھیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جنہیں ہم نے اس وراثت کے لئے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی درمیان درمیان بیچ کی راہ سے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا۔ وہاں ان کا لباس ریشمی ہو گا اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھہرا دیا۔ لہٰذا اب ہمیں کوئی مشقّت پیش نہیں آنی ہے اور جنہوں نے کفر کیا ہے' ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے وہاں ان کا قصّہ پاک کر دیا جائے گا اور ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہے جو وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے میرے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے تاکہ ہم نیک عمل کریں' ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے تھے۔ انہیں جواب دیا جائے گا: کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس سے تم سبق لینا چاہتے تو لے سکتے تھے اور تمہارے پاس ایسا شخص بھیجا جو ڈرانے والا تھا۔ اب مزا چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔" (فاطر:28-37)

Marfat.com

آخرت میں اہلِ ایمان کے تین گروہ

1-علماء۔
2-صالحین۔
3-ملے جلے اعمال والے۔

یہاں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے تو علماء کا ذکر ہے کہ اللہ سے ڈرنے اور خشیت کا جو حق ہے' وہ صرف اہلِ علم ادا کر سکتے ہیں۔

اور پھر آگے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خسارے میں نہیں لے کر جائے گا۔ اس کے بعد اللہ کی کتاب کی تعریف فرمائی۔

نیز یہ کہ ایک گروہ ہے جسے ہم نے اس اللہ کی کتاب کا وارث بنایا۔ یہ مسلمان لوگ ہیں۔ جنہیں اس کتاب کا وارث بنایا گیا۔ ان میں تین گروہ ہیں: ایک وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ایمان ہے وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ جو دین کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن عملی زندگی میں ان سے بہت کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ ایسے ہیں کہ بس برابر برابر میں گزارا کر رہے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو نیکیوں میں بہت آگے ہیں۔ ان تینوں گروہوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے اور قرآنِ کریم کی وہی سب سے بہتر تفسیر ہے۔ امام احمدؒ نے ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں' وہ جنت میں کسی حساب کے بغیر داخل ہو جائیں گے اور جو بیچ کی راہ چل رہے ہیں وہ درمیان درمیان والے ہیں' ان کا محاسبہ ہو گا مگر ہلکا سا حساب۔ تیسرا وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے' وہ محشر کے پورے طویل عرصے میں روک رکھے جائیں گے پھر ان کو اللہ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہیں جو کہیں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔" (فاطر: 34/1)

غم اس بات کا ہو گا کہ پتا نہیں اب کیا ہو گا۔ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں نہ جانا پڑ جائے۔ تو فرمایا:

اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝

"ہمارا پروردگار بہت معاف کرنے والا ہے اور بہت قدر فرمانے والا ہے۔ وہ پروردگار جس نے ہمیں اپنے

Marfat.com

فضل سے ابدی قیام کی جگہ پہ ٹھہرادیا۔ یہاں اب کوئی تکلیف نہیں' کوئی مشقت نہیں' کوئی تھکان نہیں"

(فاطر:35)

اس کے برعکس آگے پھران لوگوں کاذکر کیاگیاہے جو کتابُ اللہ کے وارث نہیں ہیں۔ انہوں نے اللہ کی کتاب کو قبول نہیں کیا' اس پر ایمان نہیں لائے' عمل نہیں کیا۔ ان کے لئے جہنّم کی آگ ہے اور اس میں نہ ان کے لئے موت ہے کہ عذاب میں کمی آئے اور نہ عذاب میں کوئی کمی ہوگی۔ یہ بار بار یہی کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں دنیا میں واپس جانے کے لئے ایک موقع اور دے دے۔ ہم بالکل بدل کر آئیں گے' نیک اعمال کریں گے۔ تو ایک ہی جواب انہیں ملے گاکہ تمہیں ہم نے بہت لمبی عمر دے دی تھی۔ ساٹھ ستر سال کا عرصہ کوئی تھوڑا عرصہ نہیں ہوتا۔ ساٹھ ستر سال کے عرصے میں ایک نہیں' کئی لوگ تمہیں سمجھانے' ڈرانے' دھمکانے کے لئے آئے۔ تم نے کسی کی بھی نہیں مانی' کسی کی بھی نہیں سنی۔ تم عذاب کا مزہ چکھو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب کے وارثین میں سے بنائے اور یہ کتاب آخرت میں ہمارے لئے شفاعت کا ذریعہ بنے اور اللہ تعالیٰ ہمیں نیک لوگوں میں شامل فرمائے اور ہم اگر ایسے لوگ ہیں جو درمیان درمیان میں ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارا حساب نرم فرمائے اور اگر ہمارے گناہ ہماری نیکیوں سے زیادہ ہیں تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ہمیں اپنی رحمت خاص میں جگہ دے دے۔ ہمارے ساتھ وہ معاملہ فرمائے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم سے وہ معاملہ نہ فرمائے جس کے ہم ایسے روسیاہ مستحق ہیں۔
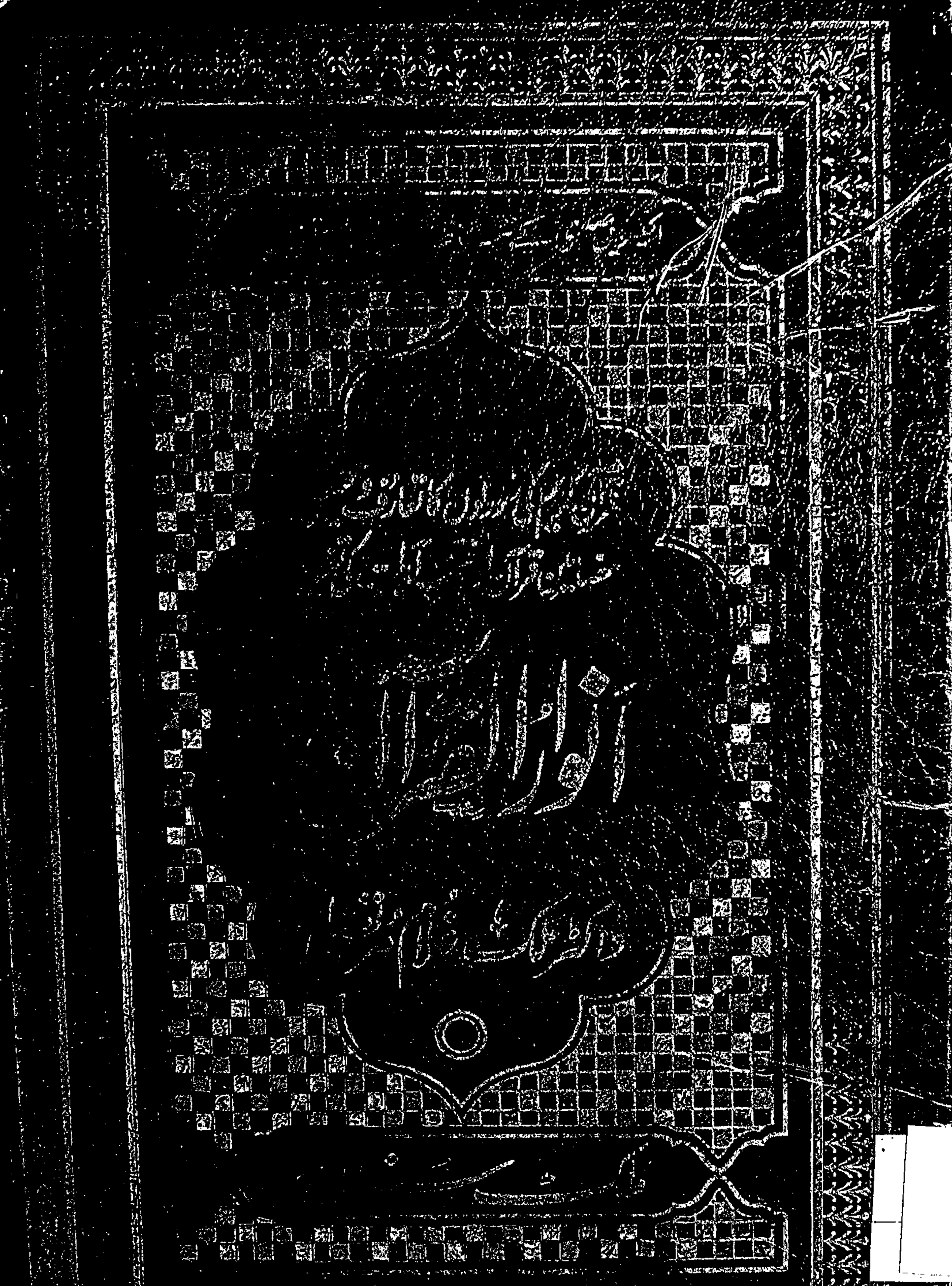
Marfat.com